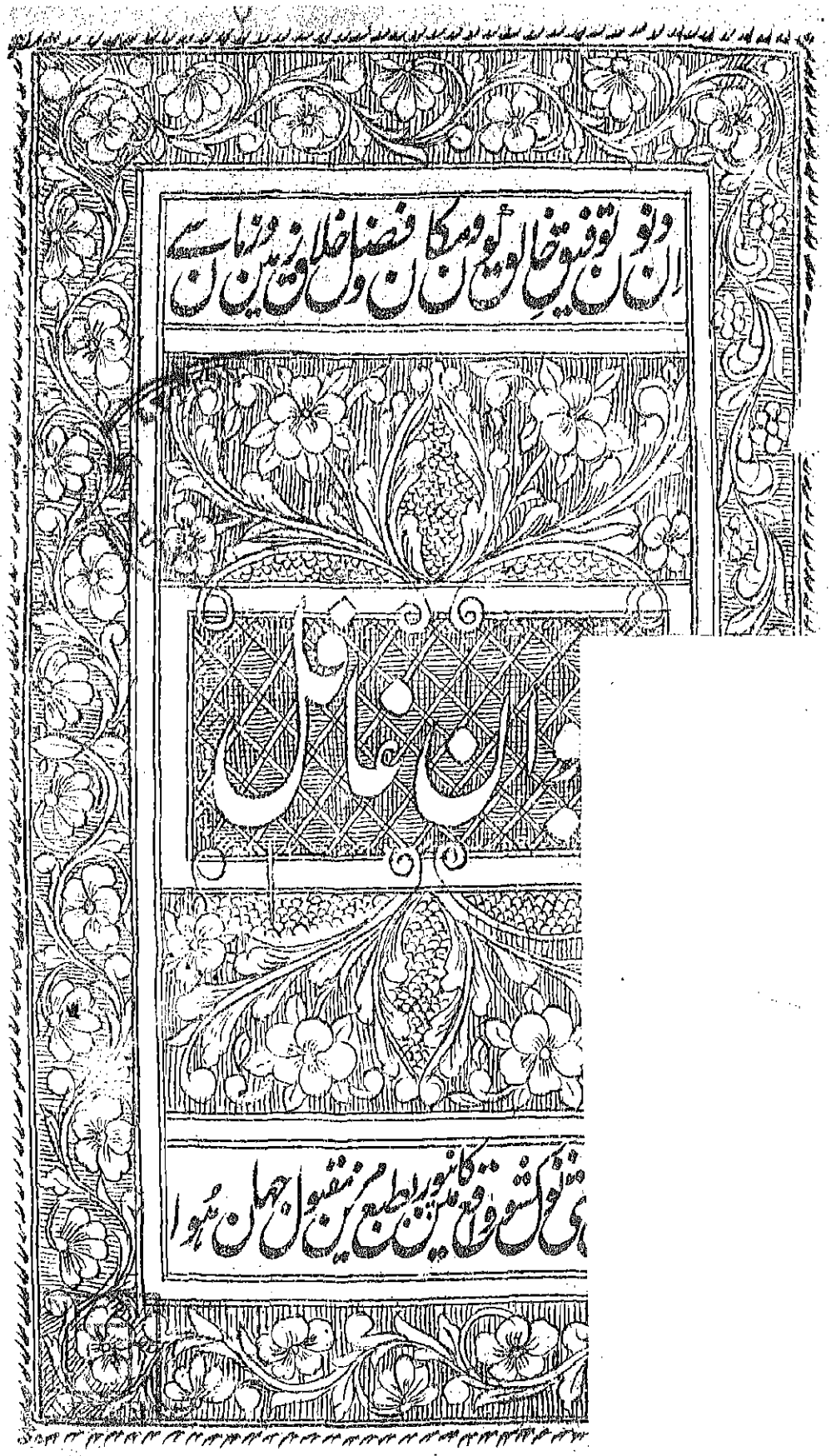
ان تو ان تو تو ہی خالق تو ہی رزاق تو ہی مالک فضل خلاق ہیں مہربان ہے
ہی قول کشور قلمرو کا نور بطلع منقبول جہان ہوا

M.A.LIBRARY, A.M.U.
U17729

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بسکہ تھا ہر داغ سوزش پر تن زخم کا
جل گیا رکھتے ہی پھایا مرہم کافور کا

دیکھیے گر عالم دل اسکے چہرہ پر نور کا
سنگ مین لعل شرر چھپتا ہے

وا رنگشت شہادت ہی پہ ہے اثبات حق
کیونکہ دعوی کر سکے باطل

میرے داغ دل مین ہے سوزش جسکے سامنے
آفتاب حشر بھی اک

لائق خارا کنی فرہاد ہے شیرین نہین
عاشقون سے کام لیتا

قابل بار امانت تھا وہ آدم ہی تھا
کب اٹھا ارض و سما سے

منزل مقصود کا پہونچین گے کیونکر ہم ضعیف
پاؤن اٹھ سکتے نہین

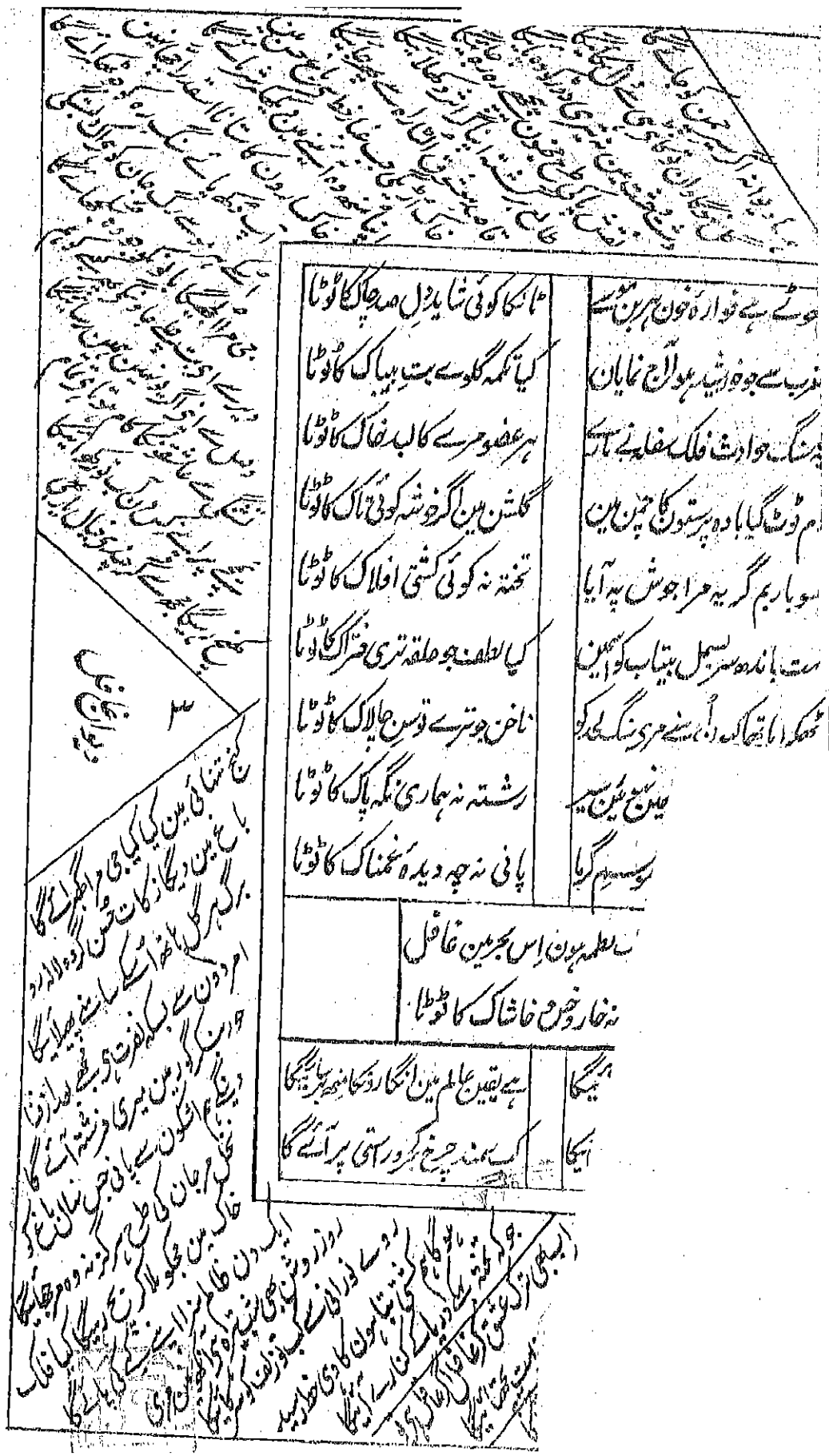

مقدر میں گر ہو بار آنا مطلب دل کا
نہ رہجا تا مری جانب کو ٹھکرا تھ قاتل کا

نہیں آسان تر پنے دیکھ سکنا ہمسے بسمل کا
یہی باعث ہی جو منھ پھیر گیا شمشیر قاتل کا

غبار شت مجنون کو بھی لیلی ہی محبت تھی
بگولا جو اٹھا اُسنے نچھوڑا ساتھ محمل کا

طرف گرد اب کے کھینچے ہی دست موج دامن کو
جو بحر عشق میں کرتا ہی کوئی قصد ساحل کا

وہ سرو دلفریب آیا ہی پھر سیر اے قمری
مقام رشک ہی ہو نا چمن میں سرو و بابل کا

نہیں عشق میں ہم دانہ ہا اشک بوتے ہیں
بجز لاحاصلی نرمیں نہیں کچھ اپنے حاصل کا

وہ شاہ ظلم پیشہ جسکی دولت میں گم ہی
کہ جسکو داد خواہوں پر گمان ہو تا ہی سائل کا

بیابان گردی مجنون کا پھر ہی شور محشر میں
چمکا دی پاے خفتہ کو ہمارے

وہ آئینے میں صورت دیکھکر اپنی یہ کہتا ہی
نہیں ہی آج دنیا میں کوئی

چھڑایا ایک ہی تلوار میں زندان ہستی سے
دہان زخم سے وہ ہی

تقرب ہی اگر منظور تو دل دو رہاشوں سے
کہ میل راہ سے اکثر

بہار خط خوبان سے ہیں آثار خزان پیدا
عبث تو شیفتہ ہی

عزیز اُس سے نکیجے گر وہ مانگے جان شیریں بھی
جواب تلخ سے دل

قتل عشاق پہ باندھی نہیں کمر تم نے کمر
ہر طرف ہے یہ پھبن گنج شہیداں کیسا

کیوں نہ مظلومی دل پر مجھے رونا آئے
گھر گیا جا کے یہاں صف مژگاں کیسا

اسکے ہر بوسے میں ہم پاتے ہیں شکر کا مزا
ہے دہن کا تری اے شوخ نمکداں کیسا

کرتے ہی چشم سے آنسو کا ملا پھر نہ پتا
مل گیا خاک میں ہے گوہر غلطاں کیسا

پشت پا توڑ کے نکلا جو چھالا تلوے میں
تیز اس دشت کا ہے خار مغیلاں کیسا

ناخن دست جنوں کی میں کروں کیا تیزی
چاک سینے کو کیا اسنے گریباں کیسا

نہ زمیں ہوتی ہے شق اور نہ فلک پھٹتا ہے
نالہ کرتا ہے تو غافل شب ہجراں کیسا

[illegible] کوئی مجھسا کم ہوا
گر غیر بھی ہوا تو مجھے اسکا غم ہوا

[illegible] لکھنے کی بابت قلم ہوا
تسپر نہ شوق نامہ نویسی کا کم ہوا

[illegible] بھی نہ آئی ہمیں جس جبر
جو قافلہ روانہ ملک عدم ہوا

[illegible] گردنیں جھکیں
سیدا نہیں اسکا نیچہ جس دم علم ہوا

[illegible] تھا
ہمنے ترا شاتب کیمیں وہ بت صنم ہوا

مضمون سوز دل جو لکھا خط مین یار کو
کھولا لفافہ اُسنے تو شعلہ علم ہوا

کاغذ بہا پھر اک مے ریا کی طرح سے
آنسو تھمین نہ نامہ ہمارا رقم ہوا

نالان تھا یونہین ایک جہان جسکے ہاتھ سے
باندھی جفا پر اُسنے کمر اب ستم ہوا

لکھا جو مین نے واقعۂ دل کا ماجرا
گریان ہوئی دوات تو نالان قلم ہوا

غافل کو کام کچھ نہین ان اہل جاہ سے
اُسکی بلا سے کوئی اگر ذی حشم ہوا

مرنے سے زندہ ہوتی ہین اعجاز یہ ہی حال کا
قم باذنی ہے مگر نا

نالہ کش زیر قدم ہو دل کسی پامال کا
درد آگین ہی جوش

جا شبنم سے بھی جس گل کا چھلتا ہو بدن
چاہیے کیا ایسے نا

چاہتا ہی یہ غرور حسن اے رشک پری
ہاتھ مین جو رو

ہوگئی صرف خزان اے گل بہار باغ
جسے دیکھا

سر پہ اگدن اضطراب دل قیامت لائیگا
حشر کے آثار

بسکہ رہتا ہی ہمارے مرغ دل کا منتظر
دیدۂ اشتا

مرکئے پریشان ہر جیوانون سے بدتر آدمی
کفش پا مین بھی نہین معروف ہے اسکی کھال کا

صبح زرکا ہے آل کما رتاریکی قلب
یعنی ہوتا ہے سیہ دیوار و در یکسال کا

بوسہ لب کب تنگ خو ہے وہ مگر دیتے
طوطی خط کو دیا ہو جسنے دانہ خال کا

فیض صحبت تیرہ بختون کو اثر کرتا نہین
مزرعہ خط مین ہو کب سبز دانہ خال کا

آشنا ہے بحر الفت جیسے اے غافل ہین ہم
سونس کا اندیشہ ہے ہمکو نہ ڈر گھڑیال کا

زہو شب چہرہ جانانہ ہوا
گردن شمع کو خنجر پر پروانہ ہوا

بن کہین بھائے ہون
سگ لیلے کو یہ ہم سنتے ہین دیوانہ ہوا

ندو عالم سے رہا
خط آزادی ہمین تو خط پیمانہ ہوا

تو کہ بڑا عیب ہے یہ
کاٹتی کم ہے وہ جس تیغ مین دندانہ ہوا

یزہ گی مین مری
داخل سجدہ ہے چھوٹا بھی اگر دانہ ہوا

ت محبوب کوئی
ہار گیسو سے رفو کب جگر شانہ ہوا

ہیجدہ دلون کو
وہی اسکا ہوا جو آپ سے بیگانہ ہوا

عشق پیشہ ہون نہین اور بھی دیوانہ ہوا
کیون قری کیون بلبل کیون پروانہ ہوا

آبدیدہ ہو ترے ہاتھ مین پیمانہ ہوا
قطرہ اسکا کیون کیون نہ گوہر یکدانہ ہوا

کان شاہ اسکا ہوا جو آپ سے بیگانہ ہوا
گنج اسرار محبت پر یہان مین فرد انہ ہوا

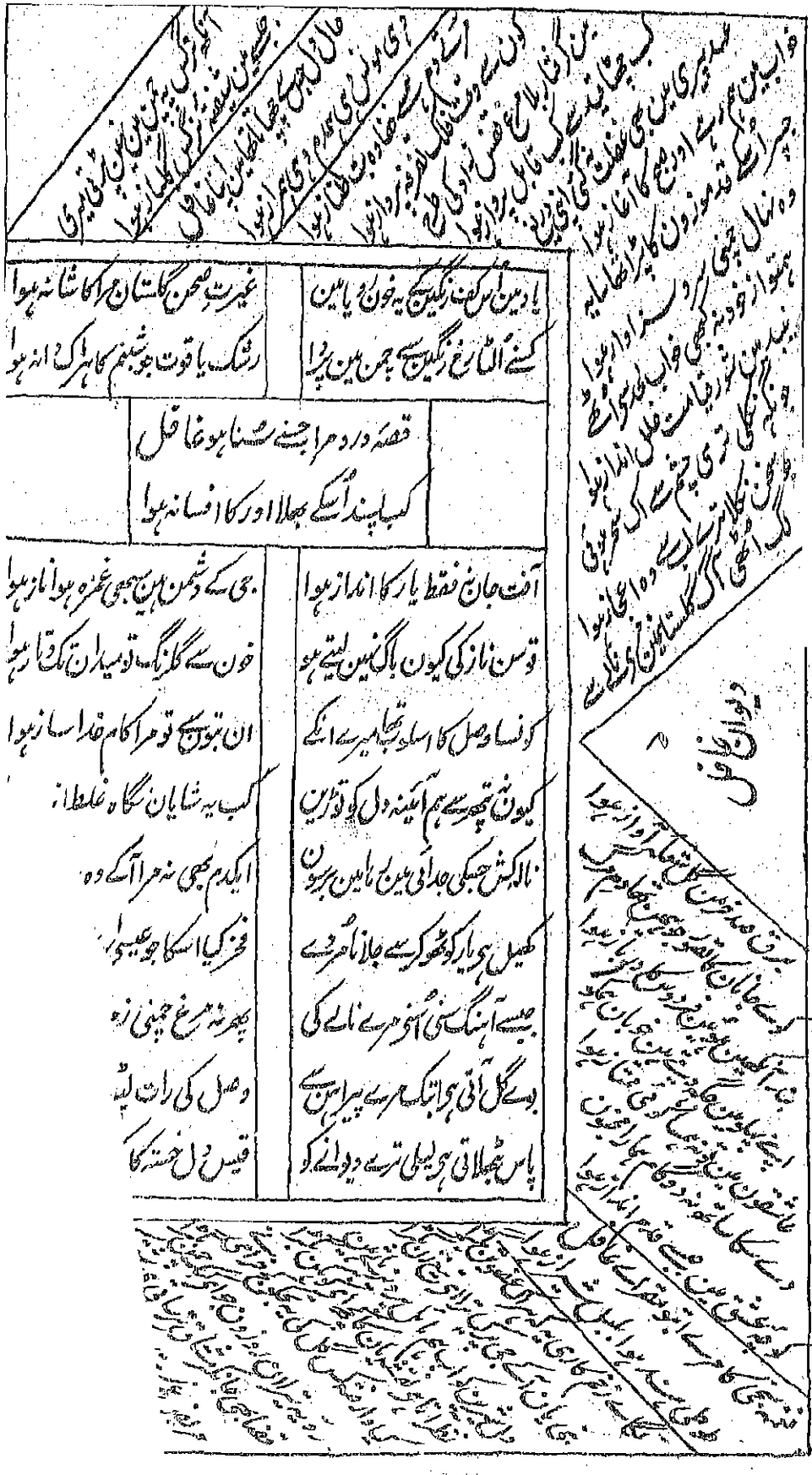

بے زینت دلا کاجل کاتل نے بنایا ہے	غضب ہوگا اگر یہ سرو خرام چمن بگڑا
کہین شیشہ لونڈھا ہے اور کہین ہے دار گون باغ	تری اٹھنے سے اے یکتا یہ طور انجمن بگڑا
بناے ظلم گردون کو کیا ہے کسنے مستحکم	بنے بگڑے نئے دگرا ور نہ یہ قصر کہن بگڑا
قلم ہوگیا اے مشاطہ تیرا ہاتھ شانے سے	اگر زلفین بنانے مین کوئی پیچ و شکن بگڑا
کیا وہم مری جانب سے کسنے زلف مشکین کو	جو مجھسے یہ طرح یہ لشکر شاہ ختن بگڑا
ہے فرق سے ہر اک شے زیب دیتی ہے زمانے مین	ملکی بھی جہان آئی یہ جانو سر مین بگڑا
عجب انداز سے انگڑائی لی اس صبح سانے	نہ سینہ کج ہوا اسکا نہ اک زہ دہن بگڑا

اگرچہ مین نے دو غزلین کہین اس بحر مین غافل
بناوٹ اسکو کہتے ہین نہ انداز سخن بگڑا

بازمانے کا چلن بگڑا	رزلے اینٹھے پھرتے ہین ایسا بانکپن بگڑا
نمود نقاش محبت ہم	بنا تصویر ترے یار جو حرف کفن بگڑا
زمین ہو کسطرح میرا	ادھر تو شیخ بگڑا ہے ادھر ہے برہمن بگڑا
انی کی مت پوچھ	حباب آبجو کی طرح بنکر قصر تن بگڑا

بگڑنے ہی کی تو شاہد اس سر کا ایمان و فن بگڑا
مجبوری بشر ہے آدم کا ہے خطا کیا
قاتل ہے کون جگر کے ہوا ہے گنہ کیا
عاشق کا خون دامن قاتل پہ کیون نہ ہو
اس عربدہ کا کام پوچھو ہو بے ادب کیا
دون کی زندگی مین ہے عذاب کیا
گل تیغ پر ہین ہین پھولا نہین سماتا
سب اجتماع دیکھ کے ہے تیری انتظار کیا
ہے تیرے ہاتھ دیکھ کے ہے تیری انتظار کیا
ہے تیرے ہاتھ دیکھ کے ہے تیری انتظار کیا

ہر صبح جو گریبان کرتا ہو چاک اپنا
کیا جانوے گوش گل میں کہہ جاتی ہے صبا کیا

ناحق زبان شمع محفل کو کاٹتے ہیں
اس کم سخن نے کوئی تبلا دو تو کیا کیا

ہنگام عرض مطلب آتا ہے یاد اسکا
تکرار سے یہ کہنا پھر کیجیے تو کیا کیا

در پردہ گر نہیں ہے شوق نظارہ تم کو
چھپ چھپ کے ہر دم اس محفل میں جھانکتا کیا

گر خط میں یہ رقم وصف گریباں ہوتا
اک گلستاں بغل میں مرے دامن میں بیاباں ہوتا

گلشن میں وہ خوش قامت گر جلوہ کناں ہوتا
ہر سرو چمن دامن گل پر چکاں ہوتا

صحرا میں وہ گر میری زنجیر کا ساں ہوتا
ہر حلقہ گرد اس کے مجنوں صفتاں ہوتا

گر ضبط نکرتا میں فرقت میں تو کیا کرتا
رونا تو لہو ہوتا

ہے سلسلۂ وحشت زنجیر مری ورنہ
زنداں میں بنا تو

نظارہ خوباں کی تو بجھتی ہے ہوس جاتی
حلقہ مری آنکھ

تسکیں ہے ترے ای بت طناز کہ تو ہے
کرتا نہ کبھی

ہم خانہ خرابوں کو جو رہنے کی جا دیتا
اک گلیم لیے

جلتے ہین تیرے تیر مین جگر سوختگان عشق
آتش پہ زنگ شرخ ہوا کرکباب کا

کہتے ہین جسکو چرخ مکوکب نجوم دان
ہے کرم خوردہ اک ورق اپنی کتاب کا

قسمت یہ نارسا ہے جسے مین نے خط دیا
وہ مرغ نامہ بر ہوا طعمہ عقاب کا

کب کا ملان فن ہون کسی سے مدد طلب
ڈھونڈھے نہ شہسوار سہارا رکاب کا

جانے دیا نہ مجھکو درشتون نے ان فلک
نالے کو میرے حکم ہے تیر شہاب کا

محشر مین پوچھتا ہی نہین جو کوئی ہمین
کیا نامہ گم ہوا ہی ہمارے حساب کا

خاموشی مین نہ ٹال سوال فقیر کو
بہتر ہی اس سے دینا جواب سوال کا

وہ بادہ کش ہون گی ہون مرے ہاتھ بھی قلم
جیحون شاخ گل ہو پیالہ ہو تاک

تھی رنگ عارضی سے تنفر لبون ہمین
باندھا نہ ہمنے شعر مین بوسہ کے واسطے

اس خاکدان مین ہے مجھے غافل یہ آرزو
گر ہون غبار بھی تو در بوتراب کا

ہمین یہ شب پس دیوار اسکی خواب آیا
کھلی تب آنکھ کہ جب

وہ تیرہ روز ہون جسکے سیاہ خانے مین
نہ آفتاب ہی آیا

زمانہ خالی زمانہ کبھی حسینون سے
جو ماہتاب گیا یان سے آفتاب آیا

فراق مو کمران بسکہ رویا ہون
مگر تلک مری سو بار سیل آب آیا

لگا لیا اُسے آنکھون سے اپنی خوش ہو کر
پری کے ہاتھ جو وہ حلقۂ رکاب آیا

نظر نہ ٹھہرے گی خورشید حسن پر اُسکے
وہ یہ سمجھ کے مری آگے بے نقاب آیا

مین آپ جاؤنگا قاصد کی کل خبر لینے
اگر نہ آج بھی خط کا مری جواب آیا

مگر یہ دید کے قابل نہین تھا بحر جہان
عدم سے بند کیے آنکھ جو حباب آیا

قصور ہے سے تو کچھ بھی نہین ہوا غافل
یہ کیا سبب ہے کہ وہ بر سر عتاب آیا

ہین تیری دولت کا یہ فقیرا
زر دار ہی تو اکثر مرتا ہی کھا کے ہیرا

ن کر مین صحرا کی سمت و جان
چشمے تو سو کھ جائین نا یاب ہو مطیرا

ن کا کشتہ ہون جن زمین مین
ہر ریزہ استخوان کا چمکے ہے جیسے ہیرا

یہ کیونکر وہ دست نگین
ممکن نہین کہ ہووے مرجان کا پنجہ ہیرا

راطوفان کری جو برپا
اک پل مین ڈوب جاوے سیلان کا بھی جزیرا

یہ کونسا طلسم ہے کیا ہے یہ دو طرا
جوش جنون مین شعلۂ آتش ہے تو گرا
شکل پاس کی گریبان ہو کی کھا گیا گھرا
فال یہ ہے تیرا فیروزہ خط کا سبزہ
یا توت و لعل لبین دو دانے ہے سبزہ
اور قمر راہ عصیان زلف کا سبزہ
قمر زیادہ و سبزہ اقل زیادہ و کم
دولت پہ اپنی نعم نازان ہو کر آ قمر

آدم ہی کے خلق مین جتنے ہین گو رہے کالے
ہر ایک اصل انکی مصری ہو یا کہ شیرا

حیرت کی جا ہی خط رخسار ماہریان
گلہاے یاسمین مین پیدا ہوے زیرا

رخ سدرگی ق ہی سبب کو دو نہ خجلت
یونین نہ کیجئے اسجا پیدا جہان ہو ہیرا

کیا غیر نے کہا وہ جو آپ نے نہ مانا
اک عرض میری صلا ہوتی نہین پذیرا

مستون کے سر پہ سایہ کرتا نہ ابر رحمت
ناصح جو بادہ نوشی ہوتی گنہ کبیرا

ہم مفلسونکو ہرگز در چور کا نہین ہے
کیا یان پڑا ہو لیگا جسکو اٹھائی گیرا

مژگان سے بھی گرے پر آنسو رہا نہ تر
دُر نجف تھا آگے اور اب

باشاعران پیشین غافل مرا چہ کار ست
خوش کردہ ایم طرز اشعار مصحفی

کسکی صفاے تیغ کا دم ہوا ہی ہیرا
جو پردہ نز
گلشن مین دیکھ تیرے دانتونکی اے گل تر
شبنم کی
یاد صفا نا خن دشمن ہوئی ہے جی کی
ہاتھ
پینے مین جب جاے لی ہی زمین ہمنے
خوش

کیونکہ قالین تبے سطح صحرائے جنون
گل کھلاتے ہین مرے آبلہ پا کیا کیا

اسی خوشی پہ تو سو باتین سنا مین آنے
بولتا مین تو وہ کیا جانیے کہتا کیا کیا

کیون نہ ماتم کدہ دہر مین حیرت برسے
خاک مین ملگئے ہین آئینہ سیما کیا کیا

دختر رز کی ذرا دیکھیو شوخی غافل
جلوہ کرتی ہے پس پردۂ مینا کیا کیا

پائے لوسی سے کیں گل کی ہوا یوس حنا
ای صبا ملتی ہے جو تنا کف افسوس حنا

ے ہاتھ کا چرچا سنی کیا تھا بوسہ
ہے جو زنجیر خط پست مین محبوس حنا

تو تھے یہ میرے لہو سے رنگین
ابتو ان دست نگارین کی ہے مانوس حنا

سکے یہی ڈر ہے مجکو
پھونکدے یوسف کنعین خانۂ ناموس حنا

انجون ہو لالہ
تیرے پانو نکی ہے رشک گل فردوس حنا

لہو فاکستر
پائے رنگین کی تری دیکھکے طاقت حنا

خون سی رو
تو نے بندھوائی تھی کس ساعت منحوس حنا

ی کب ہو
جن پری کی نہ ہوئی ہو کو قدبوس حنا

۱۵

نسبت عشق سے اُس پر بھی مجھے شک آیا
ضعف سے زرد اگر چہرۂ بیمار ہوا

فوج غم سے نہیں آفی ہے اگر دل پہ شکست
کیوں ہمارا علم آہ نگوں سار ہوا

کتنی برگشتہ ہے تقدیر ہماری غافل
دل دیا جسکو وہی در پے آزار ہوا

بسکہ کی پاے جنوں نے مری طاقت پیدا
غل سے زنجیر کے ہے شور قیامت پیدا

شرم عصیاں ہے عجب کیا ہے اگر بعد فنا
سرنگوں ہووے مرا سبزۂ تربت پیدا

جان دی اور نہ احسان لیا یاروں کا
مجھسا ہووے تو کوئی صاحب ہمت پیدا

نور سینے کا ترے وہ کوئی پا سکتا ہے
گل مہتاب کرے لاکھ

خنجر ناز سے گر ذبح کرے وہ قاتل
خوبرویوں کو بھی ہوشیار

دود دل پنا اگر یوں ہی رہیگا چھایا
حشر تک ہوگی نہ صبح

مرتبہ دیکھکے مومن کا کہیں گے کافر
کاش کرتے نہ ہمیں

خط ہمارا یہ یقین ہے کہ جلا دیویگا
کہ تری وضع ہے

عرق انفعال سے ہم نامہ لکھیں گے تجکو
آگ دکھلاتی

بزم مین وہ جو نقاب رخ جاناں ہوگا — کوئی بیخود کوئی شیدا کوئی حیران ہوگا

بوے گل مجکو ستاتی ہی قفس مین یارب — بند کب رفتہ دیوار گلستان ہوگا

دست فریاد ہر اک تیر سے ہوویگا بلند — گذر اسکا جو سر گور غریبان ہوگا

داد گر قاضی و مفتی نہین دیتے تو نہ دین — خون ناحق کا مرے کوئی تو پرسان ہوگا

روز ہجران کو گھٹا دے جو شب وصل کیطرح — تجھسے کیا یہ بھی نہ اے گردش دوران ہوگا

چھپکے بیٹھے گا کہان ہمسے وہ خورشید لقا — دن کو تو ہوگا عیان شب کو جو پنہان ہوگا

جسپہ پڑجائیگا وحشت کا ہماری سایہ — وہ بھی آوارۂ صحرا و بیابان ہوگا

شب ہجران ہی یہ تنگ آیا ہون — چاک کب صبح قیامت کا گریبان ہوگا

ہایہ کیا خاک کہ اُس بن ہمیے — غنچہ دلیگا نہ گل ہی کوئی خندان ہوگا

ہن بہتر ہی جو گذری ادا قات — یاد آئیگا وہ جب عیش کا سامان ہوگا

منا جو ہوگا سیراب — اور کیا تسے پھاڑ دیدۂ گریان ہوگا

لعون سے کرینگے اسپر — غیرت کا غذ آتش زدہ دامان ہوگا

لی جو یہی ہے تیزی — چاک پھر سینہ بھی ہمراہ گریبان ہوگا

خط اور زیب عارض جانانہ ہو گیا
رونق چمن کی سبزۂ بیگانہ ہو گیا

چون غنچہ کالبد مرا شوق شراب مین
کاسہ ہے سر بنا گے پیمانہ ہو گیا

اسکو بھی کیا نظارۂ عاشق کا شک تھا
جو چشم مور روزن کاشانہ ہو گیا

آنسو جو پونچھے دست حنائی سے یار نے
یاقوت سرخ اشک کا دردانہ ہو گیا

پھاڑے ہی کھاتا ہے ہمین دربان جو آپکا
کیا آدمی سے وہ سگ دیوانہ ہو گیا

نکلا حصار حلقۂ گیسو سے پھر نہ وہ
ایک فوج صف کشیدہ جسے شانہ ہو گیا

بزم چمن مین رات کو آیا جو محتسب
رندون کے آگے سبزۂ بیگانہ ہو گیا

ہے بیقرار شعلۂ آتش جو سنگ مین
کیا گل چراغ مرقد

گلشن مین رات دیکھکے اُس شمع کو
ہر ایک برگ گل

گذرا خیال جب اُسے زینت کاباغ مین
زلفون کا

خجلت ہے اس نماز ریا کی یہ روز ہم
آنسو کا

راحت نصیب وہ ہون کہ

کنج مزار بھی مجھے تنہا

ہین تیرے گریہ ناک بیان و فرخ اک ہین
بنتا ہے ابر وان کی زمین کے غبار کا

نکلے نہ جان سوختہ تربت سے کیونکر آہ
اچھا ہے قید سنگ مین رہنا شرار کا

ہر رشتۂ حیات ہی سے جسم کی نمود
وابستہ ہے طلسم یہ سب ایک تار کا

آوازۂ دہل ہے انا الحق کا بولنا
منصور نام کا کھیل ہے چڑھنا دار کا

سائل کب اہل زر سے ہوا بست تھی مرا
غنچے کے آگے ہاتھ نہ پھیلے چنار کا

ہم یاسمین نہ ہین باغ زمانہ مین
یکسان ہے رنگ اپنی خزان و بہار کا

آکے یار چھپاتا ہے مجھسے اپنکو
کشتہ ہون اس بہانہ دبالہ دار کا

نہ اس ترک نے طعام
ایسا مزا پڑا ہے کباب شکار کا

ان کی تتبہ شہید
ہر ایک انتخاب ہے نوروز گار کا

تو سن فلک
شاید چڑھا ہوا ہے کسی کم سوار کا

شق چشم مین غافل گھلا کرے
کا ساحان ہو بیمار دار کا

ل کا
جو باغ دہر مین حاصل کرے رتبہ توکل کا

غافل
19

ہین چھاتے اتنا نخ کھاتا ساغر کا
جو مین اس شہسوار دلشفا کے ہمرکاب ہون
بناتا آکے کسکے حلقے کو اپنے نیش دل کا
چوشاہان انکا چوقانچہ ہین ذرہ وہان بانکا
منزل مین ترقی کا ترقی مین منزل کا
اخر اتنا تو رنگ لائیگا یہ ہاتھ سے وطلا
کہ گلگون ہو کیا ہر ایک پرزہ چرخ بیل کا
جس مین کی امید ہے الٰہی کون ویہ
وحشی سے مارے ہر اک ہے جو یہ وقول بیل کا

سامنا کرنے لگا تیغ نگاہ یار کا — بارے آئینے نے بھی اتنا جگر پیدا کیا

ہمسے کچھ پروانہ تھا جبتک کہ بینائی نہ تھی — منھ چھپایا اسنے جب نور نظر پیدا کیا

وائے قسمت کہ بہ مقصد تک پہونچے نہ ہم — گم ہوئی طاقت اگر زاد سفر پیدا کیا

صندلی رنگت تری آفت بلائے جان ہوئی — دل لگایا تجھسے کیا اک دردسر پیدا کیا

جبین آتا ہی چمن بند قضا سے پوچھیے — کیون نہال آرزو کو بے ثمر پیدا کیا

آدمی ہے اک نمونہ قدرت اللہ کا — قطرۂ ناپاک سے ایسا گہر پیدا کیا

عاشقی کا لطف پیری مین نہین کیا فائدہ — سوز دل تونے جوانی شمع سحر پیدا کیا

میری کشت خشک پر ہے قطرہ افشانی کا قصد — حوصلہ تونے بھی یہ اے ابر تر پیدا کیا

بنکے بجلی میرا نالہ عاقبت مجھپر گرا — گر اثر پیدا کیا تو یہ اثر پیدا کیا

وصل کی شب ہوشگافی میری غافل دیکھنا
ڈھونڈھ کر بالون مین وہ موے کمر پیدا کیا

تب وصف لعل لبکا ترے کچھ بیان ہوا — جب برگ گل زبان سوسن دہان ہوا

افسانۂ خلق مین مرا راز نہان ہوا — آنسو بہا جو منھ پہ مرے خونفشان ہوا

دُرد ندان کی ترے دیکھے آب — پانی پانی ہے چشمہ کوثر کا

صف مژگان پہ یوں ہے غمزہ محیط — جیسے پلٹن پہ چشم افسر کا

خط پڑھا اور بھی مٹانے سے — مٹ سکے کب لکھا مقدر کا

تیرہ بختوں کا نامہ بر ہے وہی — ہے سیہ رنگ جس کبوتر کا

کارفرمائی پر جو آئے عشق — کام شیشے سے لیوے پتھر کا

تاج شاہی ہے یہ کلاہ نہیں — بوریا تخت ہے سکندر کا

قد سے اُس گل کے کیا اُسے نسبت — کب ہے بوٹا سا قد صنوبر کا

ساق سیمیں کی تب لکھوں تعریف — تا زر ہو جو تار بستر کا

نرگس چشم مست کے تیرے — دور دو دن رہا نہ ساغر کا

رات کو ترا ہو خواب — پھول کمھلا گیا جو بستر کا

وہی نسرین شعار مرا — سگ بھی ہوں میں تو ایک ہی در کا

کاجسیں باندھا تھا — خون میں ڈوبا وہ پر کبوتر کا

کیا بیان کیجے — دم پھڑکتا ہے آسپر خنجر کا

غم ہجران نے تجھے مار رکھا آخر کار
ایک مدت سے یہ دشمن مری تدبیر میں تھا

رکھدیا میں نے گلا آپ ہی خنجر کے تلے
ورنہ جلاد کو تو شک مری تقصیر میں تھا

واہ رے شوق شہادت کہ دم آخر بھی
دھیان بسمل کا تری برش شمشیر میں تھا

بات میں ہمنے شرابی کی نپایا لطف
جیسا لکنت کا مزا یار کی تقریر میں تھا

جستجو کس گل تر کی تھی مجھے اے غافل
میں جو آوارہ ہر اک گلشن کشمیر میں تھا

غل ہے کریان کون ہے فریاد رس اے عندلیب
گوش گل کے پردے پھٹ جائینگے بس اے عندلیب

کارواں گل سفر شاید چمن سے کر گیا
آج جو نالاں ہے تو مثل جرس اے عندلیب

چل دکھا لائیں کسیکا عارض رنگین تجھے
گل کی صورت کو گئی ہے تو ترس اے عندلیب

پیچھے دل کھو لکر دو دن تو کرے باغ مین
عاقبت تو ہو گی اور کنج قفس اے عندلیب

نالۂ آتش فشانی میری مت تقلید کر
آشیانے مین ترے ہین خار و خس اے عندلیب

دزدی گل پر کمر باندھی ہے باد صبح نے
چاہیے گلشن مین اب کو عسس اے عندلیب

اک کف گل بھی آ تجھ تک پہونچا نہ تیری داد کو
بہتر اس نالے سے ہے ضبط نفس اے عندلیب

کچھ ہین دام الفت صیاد مین
لوٹ تو گل کے مرے ابکی برس اے عندلیب

نا کس لیے کہتی نہین
گل سوا اب کون ہے یاں پیش و پس اے عندلیب

وہ ہو مہتاب ہے
تب کہین نکلے مری دلکی ہوس اے عندلیب

قبر پر اسکی چڑھانا بعد مرگ
لتا ہے یہ غافل تلمس اے عندلیب

بلبل
گوش دل سے گل جو سنتا ہے صدا اے عندلیب

بلبل ہی پے باغ مین ایسی تو ہوا اے عندلیب
کر بیجا و بیروون ہی کہ ناسے دخیل
ہے غنچہ دیکھا ہے سر گل گنہ پر پا اے عندلیب
کرنا معشوق ہے جو قاتل جان تین
تیغ شاخ گل سے کیجی ہے قضا اے عندلیب
اپنے فون مین دل ہے کیجی ہے قضا اے عندلیب
کون اس قفس مین دل ہے کیجی ہے قضا اے عندلیب
جب سوا رنا فہم ہوتا ہے ہمارا رشک گل

باغبان نے جو نکالا اُسکو بھی گلزار سے
سبزۂ بیگانہ تھا کیا آشنائے عندلیب

حسن ذاتی کو ہے کیا درکار زیب عارضی
پنجۂ گل کب ہے محتاج حنائے عندلیب

افسر شاہی ہے غنچہ تختہ گل تخت ہے
سایۂ ہر برگ ہے بال ہمائے عندلیب

پیرہن ہیں پھر نہ وہ پھولے سمائے باغ میں
عطر گل ہوئے اگر زیب قبائے عندلیب

دیکھتی بعد خزاں رہے صیادان چمن
کچھ وفا کرتی جو عمر بے بقائے عندلیب

ہم وہ منصف ہیں کہ وصلی پر خط گلزار میں
رات دن لکھتے ہیں ہیں ماجرائے عندلیب

وہ مریض عشق ہے ممکن نہیں اُسکی دوا
ہو زر گل بھی اگر صرف دوائے عندلیب

بلبل نالاں کو بھی جانا تھا ہمراہ بہار
کاروان گل کو لازم تھا دوائے عندلیب

جوش پر ہے اسقدر خون شہیدان چمن
ہو گیا گلرنگ دشت کربلائے

غنچہ خاطر شگفتہ ہو تو اس تنگی پہ کیا
خود قفس ہو صحن باغ ا

ہم اگر قلیم وہ ہوتے نہ اے غافل تو پھر
کون سنتا نالۂ رنگین ادائے عندلیب

گل ہے عارض تو قد یار درخت
کب ہوا ایسا با

عالم تیرے میں ہوں یوں غافل
باغ میں جیسے بے بہار درخت

آنے سے میری گھر کے تمہیں عار ہے عبث
اقرار جب کیا تو پھر انکار ہے عبث

ہر چاک زخم اب تو جگر تک پہونچ گیا
فکر رفو ے سینۂ افگار ہے عبث

آتے نہیں کسی کی عیادت کو خود برو
اے دل تو اس امید پہ بیمار ہے عبث

دشمن سے کام کرنے لگا اب تو دوست بھی
تو اے رقیب درپے آزار ہے عبث

چھوڑا جو نذر لف نے بھی جو غدار کو
اس سے امید بوسۂ رخسار ہے عبث

گلابی سے کم نہیں ہے یہ رنگین قفس ترا
اے عندلیب خواہش گلزار ہے عبث

در ہاے سیہ اندرون جہان
دزد و نکو آرزوی شب تار ہے عبث

کیا جانے چھپکے بیٹھ رہا کس کے گھر وہ شوخ
غافل خراب کوچہ و بازار ہے عبث

ہے پسکے پھول سے رخسار سرخ
روتے روتے ہو گئی چشم دریا بار سرخ

بن عشق کار رنگ نشاط
تپ کی شدت سے ہو ہے چہرہ بیمار سرخ

چاک اسی غم سے گریبان کیا ہی مین نے
کون کھولیگا ترے بند قبا میرے بعد

اب تو ہنس سنکے لگاتا ہی وہ پھانسی لیکن
خون رُلائیگا اُسے رنگ حنا میرے بعد

مین تو گلزار سے دامنگیر چلا غنچہ روش
مجکو کیا پھر جو کوئی پھول کھلا میرے بعد

وہ ہوا خواہ چمن ہون کہ چمن مین ہر صبح
پہلے مین آتا ہون دربادِ صبا میرے بعد

سنکے مرنے کی خبر یار مرے گھر آیا
یعنی مقبول ہوئی میری دعا میرے بعد

ذبح کرکے مجھے نادم یہ ہوا وہ قاتل
ہاتھ مین پھر کبھی خنجر نہ لیا میرے بعد

میری ہی زمزمہ سنجی سے چمن تھا آباد
کیا صیاد نے اک اک کو رہا میرے بعد

آگیا بیچ مین اُس صاف کے اک مین نادان
نہوا کوئی گرفتار بلا میرے بعد

قتل تو کرتے ہو پر خوب ہی پچھتاؤگے
مجھسا ملنے کا نہین

برگ گل لائی صبا قبر پہ میرے نہ نسیم
پھر گئی ایسی

گر پڑے آنکھ سے اُسکے بھی یکایک آنسو
ذکر محفل

یہ شمشیر ہی سوچ ہی مقتل مین مجھے
دیکھیے

شرط یاری یہی ہوتی ہی کہ تو اے غافل
بھول

ذکر یاں ہی میں حالت ہو نہ ہو دامن میں تار — اے جنوں چھوڑا نہ تو نے ایک پیراہن میں تار

بیضۂ بلبل ابھی بہتے پھریں مثل حباب — ہم اگر روئے کبھی باندھ دیں گلشن میں تار

کیونکہ جائے گلشن و صحرا تک مرغ نظر — حلقہ حلقہ دام کے باندھے ہیں چلمن میں تار

عشق بت میں ہم اسے زنار سمجھے اے جنوں — بچ رہے گر دیں کے دو چار بھی گردن میں تار

بنگیا وہ ناقۂ مشکیں درشت ناقہ کشی — اس پری زرکھدیو زلفو کو جس روزن میں تار

بے سبب دل سے صدائے آہ ہوتی ہے بلند — خود بخود رہتا ہے سارا چشم کاشیون میں تار

دیکھکر زخمون کو میرے خون روتی اسقدر — بنگیا رشک گل دیدۂ سوزن میں تار

جا لالا کی دست جنوں ہے بعد مرگ — تو کفن کا ایک رہنے کا نہیں مدفن میں تار

آگیا کون میں کاٹ شمشیر نگاہ یار کا
وائے غافل گذر جاتا ہے جون صابن میں تار

فیض دلدار پر — رہگیا ہے جل کے سبزہ آتش رخسار پر

ہر دم ہشیار پر — جسطرح ہووے ہجوم خواب شب بیدار پر

فی رخسار پر — غسل میت مجکو دینا تختۂ گلزار پر

خال عنبر فام ہو پشت لب دلدار پر
مہر کی ہے یا کہ یہ درج در شہوار پر

کیون ہنون کو تانتی ہو بوسے کی تکرار پر
کیا رہا قصے مین نوبت آئی جب تلوار پر

وار یے گل کو اگر تیرے گل رخسار پر
کیجیے نرگس کو صدقے نرگس بیمار پر

مائل حسن نکو ہون بسکہ باغ دہر مین
گل کے اوپر جا پڑے گر ہاتھ ڈالون خار پر

برق ہی نالان نہ تھی اک ماتم فرہاد مین
ابر بھی آٹھ آٹھ آنسو رو گیا کہسار پر

یاد آیا یکہ جب کچھ طاقت پرواز تھی
چھپکے کرتے تھے ہم بھی باغ کی دیوار پر

ایک بھی دیکھا نہ ہمنے مہر و مہ کا مشتری
گرتے ہین گاہک ہزارون جنس حسن یار پر

میرے خون گرم مین تاثیر ہی شراب کی
چھالے پڑ جائینگے لاکھون یار کی تلوار پر

صورت فرہاد پھر جاتی ہے آنکھون کے تلے
چشمۂ شیرین نظر آتا ہی جب

ایک قطرہ گر عرق کا اسکی مہری سے گرا
لاکھون پانی کے گھڑے پر

آمد آمد سنکے تیری او مسیحائے زمان
رنگ رفتہ آگیا پھر

خامۂ نقاش مین ہوتا جو رنگ اتحاد
کھینچتا تصویر بلبل

دردمند عشق کی بالین سے ہٹای شور حشر
بات چلا کر نہین

مرد صحرائی کو بھی شہر میں لاتا ہے جنوں
نہ رہے گھر میں پلا ہو جو کبوتر باہر

قدم اٹھتا نہیں جوں بے دل و بے اندہ مرا
کس پہ پڑتے ہے عرق سے کیا سر باہر

جو تو نگ ہو اسے قید مکاں لازم ہے
مرد درویش ہیں دو ایک ہیں گھر باہر

موج زن ایسا ہے دریائے محبت غافل
جیسے گرداب سے نکلے نہ شناور باہر

پڑا ہے عکس کہ تا سیمیں بدن کا صحن گلشن پر
بہار برگ داد وحشی نظر آتی ہے سوسن پر

عبث ٹپکی ہے بلبل پر کہ شاخ نشیمن پر
گریبان گل نے پھاڑا ہے ہوائے خیر و شیون پر

کسا زین آج کس کس کا ہوا گلگیر تن پر
گریبان کو ہے حکم حلقہ فتراک گردن پر

ہے یہ موسم ہو گلگشت چمن
نکلے رکھ کر بغل میں تیغ برہنہ سوسن پر

مار نے جلا کر مجھ کو مارا الٹا
جو سینہ جل رہا ہے شعلہ شمع بستر من پر

رہ نہ رشک الفت کے حاصل کی
گر گرے برق ہے تو قبضہ حاکم ہو خرمن پر

آنکھ دو خون شہید ناز کی
بھلی لگتی ہے سرخی تیغ ستمگر پر

ہے کیا ناکو انگا فی زمین
جو خون نہ ہم کا قطرہ ہو نصیب نرگس شوریدہ

جسے پاتا ہوں خالی گوہر اشک ندامت سے
صدف کر طشت میں بھیجتا ہوں اسکو جیب دامن سے

تری کاکل میں ثبات نہ دیکھکر ڈرتا ہوں میرا
کہیں اٹکر نہ دس جائے کہ رکھتی ہے پاگن پر

عداوت کا سبب کیا اے رقیب روسیہ ہمسے
جو تو مرتا ہوا بر پر تو ہم مرتے ہیں چتون پر

پڑا ہے تیری سفاکی کا جب شور عالم میں
دعا ہے حفظ جان رستم دیکھ دلاتی ہے جوشن پر

مبارک ہو فرش قاقم و سنجاب منعم کو
گدا سرما میں گرتے ہیں خاک گرم گلخن پر

نرہ ایمن جو کھاتا ہے مال مفت دنیا میں
نظر رکھتے ہیں مرغ دانہ چین سنگ فاخن پر

صفائے قلب سے آئینہ خورشید ہیں ہمتو
غبار آیا کسی سے کب ہماری طبع روشن پر

اسیر ناتوان ہوں کر نہ فکر قتل اے قاتل
خراش طوق ہی کرتا ہے کار تیغ گردن پر

زبس ہے انتظار اس گل کے آنے کا اسیر میں
گل نرگس کا عالم ہے مرے

دہان یار سا گم ہے ہمارا زخم پنہانی
رفو کرنے کی اسکے

حقیقت میں کچھ مطلب نہیں حسن مجازی سے
گلی تصویر کا

پسینا یوں سیہ جردو کی منہ پر زیب دیتا ہے
کہ جسے خو

دہان تخم محبت ہمی بو یا ہے جہان غافل
گرے د

صدف کو طشت میں بھیجتا ہوں اسکو جیب دامن سے

کہیں اٹکر نہ دس جائے کہ رکھتی ہے پاگن پر

جو تو مرتا ہوا بر پر تو ہم مرتے ہیں چتون پر

دعا ہے حفظ جان رستم دیکھ دلاتی ہے جوشن پر

گدا سرما میں گرتے ہیں خاک گرم گلخن پر

نظر رکھتے ہیں مرغ دانہ چین سنگ فاخن پر

غبار آیا کسی سے کب ہماری طبع روشن پر

خراش طوق ہی کرتا ہے کار تیغ گردن پر

گل نرگس کا عالم ہے مرے

رفو کرنے کی اسکے

گلی تصویر کا

کہ جسے خو

گرے د

وہ سیحا دم نہ پہنچیگا جو پہلو کے قریب | کسطرح ہوگیا یہ درد دل بیحد دور

بام پر وہ مہر طلعت شب کو گر آیا نہ تھا | ہوگیا اے ماہ کیوں چہرہ ترا پر نور دور

ٹھیس تجھ کی نہ لگجائے کہیں اس لعل کو | اپنے لب سے اک ذرا رکھ ساغر بلور دور

لطف تب ہے مرد پرستی کا ہو باغ خلد میں | پاس بیٹھے جبکہ غلمان اور کھڑی ہو حور دور

یہ بھی ہے قدرت خدا کی اے بت نا شناس | غیر تیرے پاس بیٹھیں اور رہیں ہم دور دور

کیونکہ یاران عدم رفتہ کا ہو معلوم حال | جا بسے ہیں ہزاروں کوس و منفور دور

طالب دیدار ہو میں بھی تو ہو یہ کسطرح | تو دعا سے نیکنہاں ہو ہے قبول

ن تصور میں قرین غافل حیران دکن
ہمسے ہے بہت وہ کشور معمور دور

ہے تار تار | پیرہن جو آستین ہے تو دامان ہے تار

کا ترے | مثل خط شعاع درخشان ہے تار تار

ہر اہوا | ساز بدن کا مائل افغان ہے تار تار

دیوان غافل

جب گھڑی گنج خزاں گلشن میں صیقل آہنی
کام آئے سب سے پہلے مرد میدان بہار

پارۂ الماس ہے پروانہ نکو ہر اشک شمع
برق جان بلبلان ہے ہر گل خندان بہار

آئے گلشن میں جو میرا یوسف گل پیرہن
ہو دے بازار چمن میں تختہ دکان بہار

کونسا دل ہے نہیں ہے جسمیں رنگ آرزو
طالب گل ہے کوئی اور کوئی خواہان بہار

دیدۂ خونبار گر تعلیم گریہ دے اسے
شبنم گل سے ابھی پیدا ہو طوفان بہار

آب و رنگ گل ہے گر یہ خونچکاں سے ہے
دیدۂ پرخون ہوا اپنا سیر سامان بہار

باغ عالم کو کبھی اک رنگ پر پاتے نہیں
آج ہے اسمیں خزاں تو کل ہے دوران بہار

ترک جاں کیسے قدر ہاں ہو مری انکو خوشی
ہنس رہی ہیں پیش گل یہ خم شمشیدار بہار

موسم گل ہے مہر سے مت نکل اے باغبان
اندنون جوبن پہ آتے ہیں جوانان بہار

جان بلبل نے اگر دی بھی تو زیر نخل گل
کس قدر رتبا اس سے تھا دیدۂ

فصل گل آنے تو دو ایکی چمن میں اے صبا
دست گستاخ اپنا ہوگا

گر غبار خط سے نکلا عارض رنگین ترا
خاک میں ملجائے سارا

کونسا گل اس چمن میں ہے جو اے بلبل نہیں
شاکی جور خزاں

ہر موج بحر دامن ساحل مین چھپ گئی
چنت کی دیکھ دیکھ تری آستین پہ خط

کھینچا ہی کسنے یہ تجھے آغوش وہم مین
باہون کے پڑ گئے ہین ترے نازنین پہ خط

غافل ہے جو جہان مین سلیمان ملک فقر
وہ کھینچتا ہے نسخ کا تاج و نگین پہ خط

موج سرشک ہو جو نہ زنجیر پائے شمع
مجلس مین میری قبر پہ آوے کوئی آئے شمع

اس حسن عارضی کو ذرا بھی نہین فروغ
کب روشنی ہو گر کوئی دنکو جلائے شمع

عاشق کے گر اثر نہو سوز و گداز مین
پروانہ جل مرے تو نہ آنسو بہائے شمع

ہے میرے کلبہ افزان کی تیرگی
سائے کا حکم رکھتی ہے جسمین ضیائے شمع

اور کبھی گریان مین بزم
کھلتا نہین کسی پہ یہان ماجرائے شمع

رتے ہین حور و ملک پری
دیکھا نہ جز پتنگ کوئی مبتلائے شمع

ک ہے چاک جیب صبح
شام سیاہ پوش ہے صرف عزائے شمع

یگے نہ کیون ہو قوای پتنگ
دیکھا نہین ہے آنکھ سے تو نے سوائے شمع

لگا اسکو دیکھکر
آسپہ مین نثار ہون تو ہو فدائے شمع

آتش رخسار جاناں شعلہ در جیسے ہوئی
زلف شبگوں مین بنا ہر ایک خارستانہ شمع

کچھ سر نربت نہین ورنہ پر پروانہ کو
اپنی زلف و دیدہ حیران کا تباتی شانہ شمع

جلکے مر جائیگا پروانہ اگر آتش کے بیچ
کون اٹھائیگا ترے پھر ناز و شوخانہ شمع

حال عاشق کی خبر ہوتی نہین معشوق کو
محرم راز اپنا پروانہ ہو اور بیگانہ شمع

روشنی اک سب تو کرتے مرقد مجنون پہ ہم
گر بجھا دیتی نہ باد صرصر ویرانہ شمع

دستگیری کر کسی پروانہ افتادہ کی
حق تعالی نے دیے ہین تجکو دست و شانہ شمع

پہلے دو جلتی ہو پروانے سے ہر اک بزم مین
جھکدبھاتی ہو یہ تیری ہمت مردانہ شمع

خامشی مین کب کٹیگی یہ شب طوق فراق
اپنا کچھ قصہ کہے میرا سنے افسانہ شمع

اٹھ گئے محفل سے سب حیران ہو یہ تک کھڑی
کسکی صورت دیکھکر بھولا ہے

جسپہ مین تا مرون بھی مجھپہ رہتا ہو فدا
ہو عجب بھرتی ہی یار

تو وہ ہو اٹھکو اگر محفل سے گھر جانے لگے
ہاتھ دامن کیطرف

ہو وہ پاے لنگ سے معذور ورنہ بزم
چند گام آتی اسے لینے کو مشتاقا

روشنی کیا چاہیے ہم تیرہ روزونکو بتنگ
واسطے تیرہ جلانے کو ہین بستان مین چراغ

سینہ و ساعد کی تیری اللہ اللہ ری ضیا
آستین مین شمع روشن ہے گریبان مین چراغ

کار روغن ہے رہا ہے گریۂ بلبل سے عشق
کیون نہ پھولونکی رہین دشت گلستان مین چراغ

کیا مداوا وہ کرے سوز دل پروانہ کا
اسقدر رکھتا نہین ہے خلد رضوان مین چراغ

غم مین پروانے کی رویا شب ہماری قبر پر
دیکھ گشت تا سحر اسکی دمندان مین چراغ

گور سے بھی تیرگی از بسکہ تھی اسمین فزون
ہمنے گھر اکر جلائے روز ہجران مین چراغ

کوئی تو ہم مجبورہین ورنہ یہان
منعی روشن ہے ہر بیت یوان مین چراغ

ہجر تن محرور کا
تاگنجی کافور ملے جسم سوزان مین چراغ

شب اسکا دل جلا
صبح تک دھتا رہا سر بنیاز دندانمین چراغ

شوق مین
پر سے پروانہ نہان رکھتا ہے دامان مین چراغ

ین
بنگیا ہر نقش پا اسکا بیابانمین چراغ

ہاتھ آتا کب ہے شام غریبانمین چراغ

جلتے دیکھا ایک منعم کے نہ ایوانمین چراغ

گردش فلک کی کرتی ہے کارفسان شمع
جاسے ہے کون جو ابر سے یارکو
پہچانے وہ ادا سے کہ جو ہو قدردان شمع
پیل فلک بھی لائے حضرت کی جاہ پہ
عاضل جلا وہ کیسہ کہ ہے امتحان شمع
محفل پہ ہو نثار تکلف مین بیکہ ہو
نادانی ہے جو رکھے ہے دامان مین شمع
انا نے ہے جو دان ہو دشمن مین شمع
سینہ پر داغ ہو دکھلاے ہے
دود شعلہ کہان سے رشتہ و سوزن مین شمع

کیا صدا نغمہ کی جلنے مین پر پروانے کے
وجد مین آکر بلا نے جو لگا گردن چراغ

عکس افگن ہو ئے دریا مین اگر وہ شعلہ رو
موج تو بنتی ہے گرداب جاوے بن چراغ

داغ دل ہے دل کے خاطر باعث حفظ بلا
خانہ جن ہے نو جس قصر مین روشن چراغ

گلستان دہر مین تجھ سا نہ نکلا ایک گل
چار سو ڈھونڈھے جو لیکر لالہ گلشن چراغ

خوش نصیبی پر ہے مجھے اسکی نہ آوے کیونکہ رشک
بود مردن ہے جس پر زندگانی کا مسکن چراغ

شاعر بے مایہ کب محفل مین پاتا ہے فروغ
اجتک جلتی کہین دیکھا نہ بے روغن چراغ

کیا کسی جان سوختہ کی قبر سے گزرا ہے تو
بن رہا ہے جوہر اک نعل سم توسن چراغ

سوز دل سینے مین چھپتا ہے چھپانے سے کوئی
کیا پر پروانہ رکھیگا تہ دامن چراغ

خفتہ و مردہ برابر ہین یہ کہتے ہین مثل
کسلیے اپنا بجھائین ہم دو فن چراغ

حسن زیب عارضی پر لطف ہوتا ہے کہین
کب ہو بزم دہر مین مجھ سا سخن چراغ

چاہیے سامان شب کیا اسکو جس بیکس کا ہے
ہاتھ تکیہ خاک بستر شعلہ گل پیرہن چراغ

تیرہ بختی پر ترحم اسکی کر اے شمع حسن
عرس کی شب جو ترے تربت پہ ہو روشن چراغ

آہ و نالے سے مری اٹھین یہ کالی آندھیان
اپنے گھر مین نہ نکالو گا

اپنے رونے کی غافل کچھ بھی ہے خبر تجھ کو
خون میں تر تو دامن سے ہو گیا گریبان تک

چشم خونبار سا برسے نہ کبھو پانی ایک
ابر ہر چند کرے اپنا لہو پانی ایک

شست و سو نامۂ اعمال کی جس سے ہو دھوئے
برسے ایسا ابر کرم مجھ پہ تو پانی ایک

لاکھ پانی سے میں دھویا نہ چھٹا زخم کا خون
کام آیا نہ مرے وقت رفو پانی ایک

آج تک شک مری آنکھ ہو گرتے ہیں سفید
ظرف میں اپنے یہ رکھتا ہے سبو پانی ایک

تا مگر ابر مژہ اپنا تو برسا سو بار
نہ ہوا موج زناں تا بگلو پانی ایک

ہم تری چال سے دل کیونکہ نہ ہارین اے جنس
بازی دشوار ہے تجھ سے تو عدو پانی ایک

باری مسخ میں بھی ہار رہی غافل کی
تجھ سے جیتا نہ وہ اے مربدہ جو پانی ایک

تک سے مژہ کے ٹپکنے لگی آگ
شبنم سے کمیں بھی ہے نیستانیں لگی آگ

ن نکلے ہے نہ شعلہ اٹھے ہے
یہ طرفہ ہمارے دل نالاں میں لگی آگ

ہتن پہ رواں کی بھڑکی
دامن سے بجھائی تو گریباں میں لگی آگ

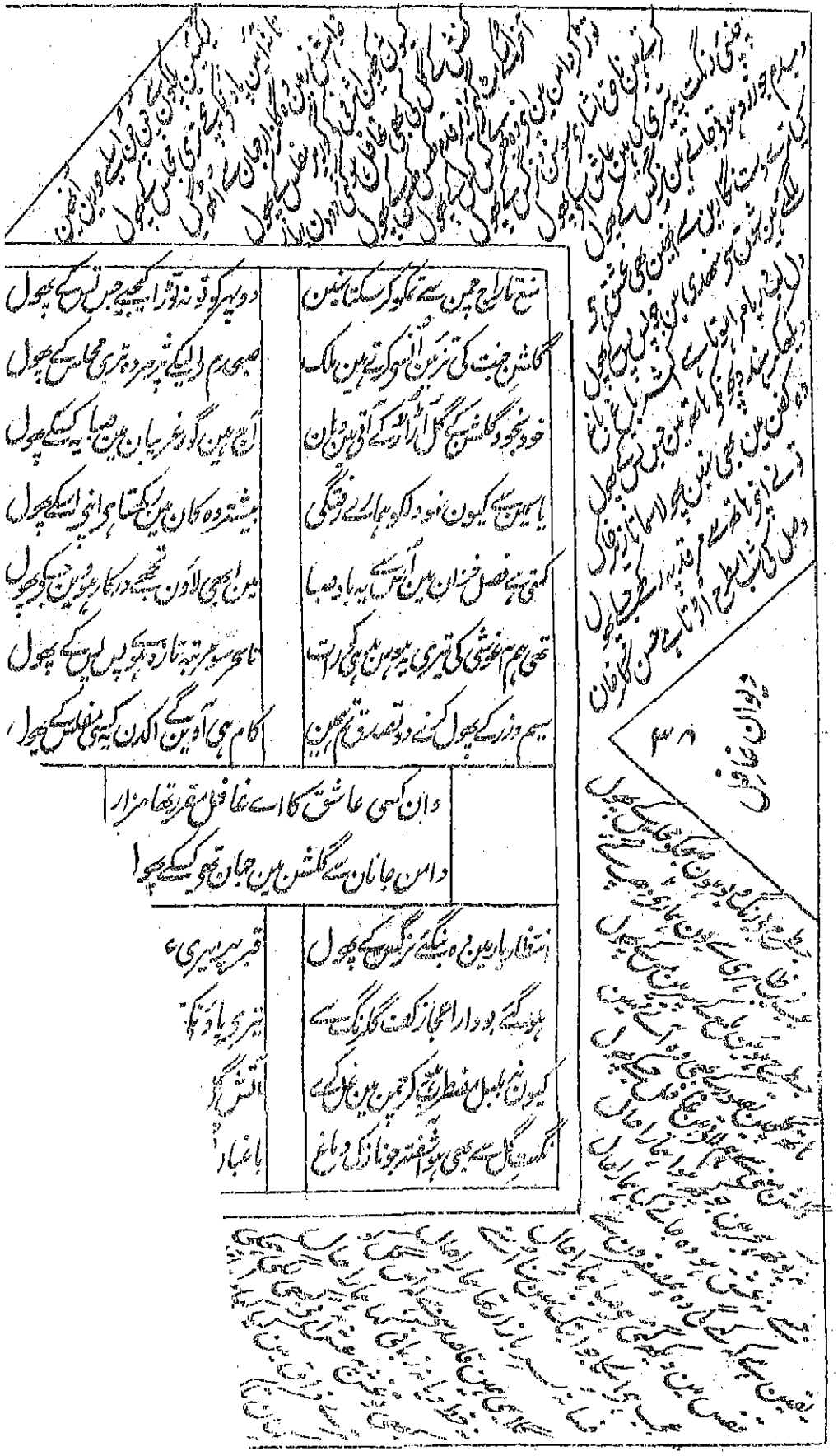

کوئی فسانہ خوش آئے نہ تجکو اے غافل
جو گوش دل سے سُنے تو ذرا ہمارا حال

قفس ملبل کا گلستان ہی سے کیا حاصل
وہ آگ ہی پھپھے پھر یاد دوانی سے کیا حاصل

نہیں کچھ دیدۂ عاشق تماشائے عکس کی آنکھین
جو تو منہ آئینہ دیکھا تو شرمانے سے کیا حاصل

نفس کی آمد و شد ہی جنبش نبض ہین باقی
تری بیمار کو آئینہ دکھلانے سے کیا حاصل

در زندان تلک آنے کی بھی قدغن نہین ہمین
ہماری پاؤن کی زنجیر کٹوانے سے کیا حاصل

ملا یا یہ کسی نے نہ کسی گل پر تو عاشق ہے
تجھے اے لالہ میری طرح گل کھانے سے کیا حاصل

ہنسنے یہ رو رو کر کہتا ہے
جہان سے اٹھ گئے جب ہم تو پھر آنے سے کیا حاصل

طلا اور لوڈ میرا کوئی
صبا کو طرۂ سنبل کے سلجھانے سے کیا حاصل

زبان ہے
مجھے بہر تماشا باغ مین جانے سے کیا حاصل

اے غافل عیان ہوگیا نور صبح
تاریکی مین گھبرانے سے کیا حاصل

گرتے ہین گلگوں شرعیت نشست سوئے گل

۳۹

مخمس

چھپین تو پین فون کی گھڑی آپہنچی دم ذبح
اک تکیہ گلزار بنا دامن قاتل

پہ پاس ادب تھا دم بسمل مجھے یارو
ہر گز نہ دم تیغ سے فون کو چھڑا دامن قاتل

یہ فون کی آفت ہے شاید کہ صبا دامن قاتل
چھوٹی ہے شب ہجر سے آج تین سے

مین فون نے کر دیکھا کیا دامن قاتل
فون نے کر دیکھا کیا دامن قاتل

فون نے کر دیکھا کیا دامن قاتل
فون نے کر دیکھا کیا دامن قاتل

کب کے مانند جو طوق گلو ہو خاردار
کس پری پیکر کے ہیں دیوانہ رفتار ہم

ابرو سے قاتل یہ کرتی ہے اشارہ دور سے
تیر کی زد پر نگاہ تیں ہیں تجھے تلوار ہم

کافری سے اپنی کیونکر آئے ہو تقلید کی
ساتھ لائے ہیں برگ گل کی طرح زنار ہم

گرچہ بر پا کی قیامت یار کی رفتار نے
خواب مخمل کی ملجھے کب ہوئے بیدار ہم

گاہ تو بالائے سر ہیں اور گاہ زیر پا
کارگاہ دہر ہیں ہیں بیت کی دستار ہم

دانت پیسا ہی کریگی آسیائے آسمان
آبلوں کی طرح ہو جائیں گے رزق خار ہم

مرغ گلشن تو نہیں جو شاکی صیاد ہوں
جلتے ہیں آتش میں اپنی شکل ہو سیماب ہم

حرف ہیں کس طرح یاں ہو سکے صورت پذیر
صاف دل ہیں مثل قرطاس غلط بردار ہم

کوندتی بجلی کی جب اپنی جھپک جاتی ہو آنکھ
کیا سمجھکر اس سے ہو ہیں طالب دیدار ہم

جنس دزدی کیلئے ہو گھر کے گھر ہیں بیچتے
دیکھنے پائے نہ ہرگز حد سے

باغباں سے ملتجی ہو کون گل کیواسطے
گل سے بھی رکھتے ہیں

ماہ یکہفتہ کریگا تجھسے جب دعوی حسن
اسکو دکھلائینگے تیرے کف

باغ کے لائق نہ قاتل خانہ صیاد کے
طائر رنگ حنا کی طر

موت آئیگی جو یاد چشم مست یار مین
دفن ہونگے میان خانہ خمار ہم

ہمسے ناحق بدگمان ہوتا ہے بلبل باغمین
آئے ہین گل کو دکھانے سینہ افگار ہم

آنکھ کی پتلی بناتے عکس چشم یار کو
مثل آئینہ جو ہوتے طالب دیدار ہم

ناتوانی مانع پرواز ہو سکتی ہے کب
اڑ گئے مانند رنگ چہرہ بیمار ہم

کاٹ ڈالین گے گلے کو اپنے تیغ رشک سے
خون سے آلودہ جو دیکھینگے تری تلوار ہم

روز محشر جب ملے اس سے تو مجنون نے کہا
چونک اٹھے سنکر تری زنجیر کی جھنکار ہم

نامہ بر سے کب بیان ہو گا زبانی سوز دل
خط مین لکھ بھیجین گے اسکو سد کاشمار ہم

غیر کے طنز و کنایہ کب گوارا ہین ہمین
لاکھ مرنیکو ایک دن مین مغیرت دار ہم

ازدل بے صبر اے غافل نہ تنہا شاکیم
میکند رسوا مرا این دیدۂ خونبار ہم

ہے جو گھبراتے ہین ہم
کو سون صحرا کو چلے جاتے ہین ہم

نی بنکے جب آتے ہین ہم
کو چہ لیلی مین تب جاتے ہین ہم

تو نگ آتے ہین ہم
پھاڑ کر کپڑے نکل جاتے ہین ہم

حیف عاصی ۱۳۱

قطرۂ اشک شمع کے مانند — سالکِ منزلِ فنا ہین ہم
آ کے دنیا مین یہ ہوا ثابت — وارِدِ کاروانِ سرا ہین ہم
امر و زن پہ کچھ نہین موقوف — اچھی صورت کے آشنا ہین ہم

خوفِ محشر ہے کیا ہمین غافل
پیروِ آلِ مصطفےٰ ہین ہم

ہو گی شبِ فراق نہ شور و شغب سے کم — یہ رات تو نہین ہے قیامت کی شب سے کم
مانندِ خامہ کیون نہ چلین سر کے بل و ماں — کوچہ نہین ہے یار کا جاے ادب ہے کہ
بوسے کو نام سے بھی جو نفرت ہو یار کو — اپنی ہی لب کو ملنے دو "
اس سے نگاہِ لطف کی امید کیا رکھین — عاشق کو گھورتا
کشتہ اسی کو جانیو تیغِ نگاہ کا — زخمی جو ہو
جب سے کہ آگئی چمن حسن مین خزان — آئینہ
دنیا مین مجھ کو شادی و غم ایک سا رہا — سمجھا
ہم معتقد ہون تیرِ نگہِ عشق کے جو وہ — ہے

طاؤس سے ترے ہی ہمکو پسند ہے
دیوانگانِ حسن ترے کام کے نہین
زیبا ہے کاوہ پیے ہین
چلتا نہین ہے
پڑتا اگر فلک کی ترقی
مجنون ہین
اے خضر کیا ہی
مژگان پہ اشک کیون نہ

جلا رہا ہے فلک بیکسانہ کیون مجکو
چراغ گور نہ شمع سر مزار ہون مین

نہ کوہکن سے ہو نسبت مجھے نہ مجنون سے
فنون عشق مین یکتا ہی روزگار ہون مین

اگرچہ شمع نمط لاکھ بار سر کٹ جاے
قدم ہٹیگا نہ میرا وہ سرگزار ہون مین

غرور حسن سے لیلی کو یہ نہ دھیان آیا
پیادہ قیس ہو اور ناقہ پر سوار ہون مین

نگاہ لطف جو کرتے نہین بتان ستمگر
خدا کے فضل و کرم کا امیدوار ہون مین

نہین ہے میرے کہین جسکی فرد عصیان مین
گناہگار و نہین ایسا سیاہکار ہون مین

زبسکہ مین نے اٹھائی ہے لذت بیداد
لگائے اور کو بھی تیر تو شکار ہون مین

پھر گئی سو بار ڈھونڈھکر مجھکو
فراق یار مین یہ ناتوان مزار ہون مین

اگر دم تو مجکو باد خزان
کہ اس چمن گل آخر بہار ہون مین

نہ زندہ رہنا تھا
دکھاؤن صبحکو کیا منھ کہ شرمسار ہون مین

یہ حیرانی
کوئی تو سامنے میرے ہے جو دوچار ہون مین

بال پڑے
جلے نہ جس سے پر کاہ وہ شرار ہون مین

ریان کی
بغیر ہاتھ لگائے ہی تار تار ہون مین

شوق نظارۂ قاتل چو پس از ذبح نہ تھا
کیون کھلی رہگئین میری تہ خنجر آنکھین

کشتۂ چشم ترا جان کے آہوے ختن
سنگ تربت پہ مری ملتے ہین اکثر آنکھین

دیکھکر چشم خماری کی تری سرخی کو
شرم کے مارے چراتی ہین کبوتر آنکھین

کہین لیلی کے تو آنے کی خبر آج نہ ہو
آہوے نجد بچھاتے ہین زمین پر آنکھین

دوستان کو جو مین یاد کرون اے ساقی
وہین بھر آئین مری صورت ساغر آنکھین

شیفتہ صورت خوبان پہ نہوتا ہرگز
صانع خلق بنا تا نہ مری گر آنکھین

دید گلزار جہان اور بھی کرلے غافل
بند ہو جائین گی اک روز مقرر آنکھین

کون کہتا ہے کہ ہم عشق مین جان رکھتے ہین
اشک خونبار و پہ ہونٹون پہ فغان رکھتے ہین

تیغ ابرو پہ گھمنڈ اتنا بتان رکھتے ہین
نہ تو تلوار نہ خنجر نہ سنان رکھتے ہین

دیکھ لے لالہ و طاؤس سے بھی چھپ نہ سکے
یہ ہمین ہین جو تری داغ نہان رکھتے ہین

اثر سوز جدائی سے وہ جل جاتے ہین
یار تربت پہ جو مری پھول چڑھانے آئے

کلفت دل ہی سے جاتا ہون لحد مین غافل
میری چھاتی پہ یہ کیا رکھ دیا پتھر تم نے

کو ہو سے عاشق و معشوق مقابل تو کیا — آنکھ تصویر ہے تصویر ملانے کی نہیں

تری پازیب کی جھنکار یہی کہتی ہے — بخت خوابیدہ عشاق جگانے کی نہیں

چینی رنگ پہ اک شوخ کے ہم عاشق ہیں — زردیِ چہرہ کبھی چہرے سے جانے کی نہیں

گر ترے عشق میں بدنام ہوا میں تو مجھے — حور جنت بھی کبھی پاس بٹھانے کی نہیں

اپنے مجنوں کی ذرا دیکھ تو بے پروائی — پیرہن چاک ہوا اور خبر لانے کی نہیں

وقت رخصت یہی مجنوں نے کہا لیلیٰ سے — پھر جو آئی گی تو جیتا تجھے پانے کی نہیں

بزم خوباں میں مناجات نہ کرنا ناصح — چپ ہو اے دل کہ یہ جا شور مچانے کی نہیں

روز و شب اس کی اطاعت ہی میں رہنا غافل
یار بگڑے گا تو کچھ بات بن آنے کی نہیں

خون ہو جاں ہوں ہیں — یعنی ایک دم کا مہمان ہوں میں

یار میں ہوں نا فرق — بے دہن وہ ہے بے زبان ہوں میں

سو پیرہن لیلیٰ و مجنوں — یار بھی ساتھ ہے جہان ہوں میں

تے ساتھ چھوڑ دیا — کس قدر تنگ کاروان ہو نہیں

۴۵ غزل

خاطر بار گران ہوں میں
کیا ہوا شت انجوان ہوں میں
یہ کون سا پردہ ہوا صل کے گن میں
دوسرے کا نشان ہے تری پیشانی میں
دیکھ کر تجھ کو ہوا ہے ناصح

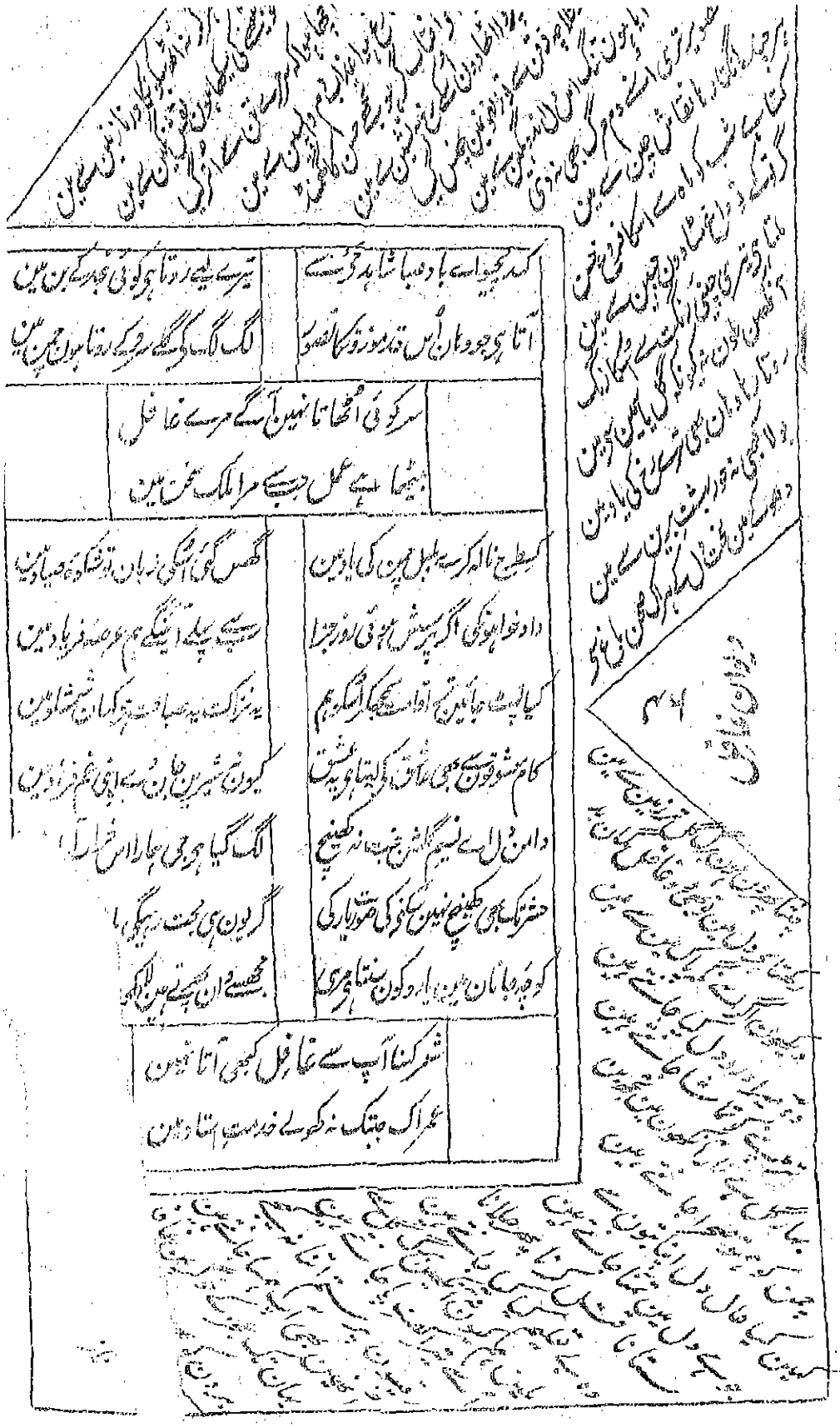

نازِ بہر گزنہ کرے آئنہ ساز آہن
دستِ داد دیں دیکھے جو گداز آہن

حلقۂ جوہرِ شمشیر کا کھاتا نہیں بھید
نشتر کس کا ہے یہ دیدۂ باز آہن

پانوں پڑتی ہے سلاسل کہ چا زندان سے
باعثِ قید ہو میرا نہ نیاز آہن

تیری خنجر نے جو منھ موڑ لیا ذبح کے وقت
ہو گئے ہم تو وہیں گشتۂ نازِ آہن

خطِ تقدیر مٹانے سے کوئی مٹتا ہے
کبھی صیقل سے نمود و طرازِ آہن

تیرہ بختی میں مرے عیب نہاں ہیں غافل
جیسے زنگار میں پوشیدہ ہو رازِ آہن

وصل کی شب تو مجھے لینے دو اپنا کام دل
ہم ہین یا تم ہو یہان اور کوئی نامحرم نہین

حلقۂ گیسو تو کیون دیتا ہی دست غیر مین
اے پریرویو کے شایان تو یہ خاتم نہین

میری وحشت یکبگی آپ بھی حیران رہگئے
چوکری بھولے ہین ایسی وہ کتابم نہین

ایک عالم ہے منور تو حسن یار سے
کون سی جا پر تو اے گلخن نیر اعظم نہین

کہتے ہین مرکے بنا یاد مین سید ہا یارنے
کون سے سرکش کی گردن اسکو آگے خم نہین

جان بلب رہتے ہین غافل فرقت معشوق مین
گر یہی اسکا تغافل ہے تو اک دن ہم نہین

حرص سے خالی یہان کوئی بنی آدم نہین
بے غرض ہوتے تو پھر بندہ خدا ہی کم نہین

ہم فراق یار مین مرتے سبھی کچھ کم نہین
جیون گل تصویر ہر گز تن مین اب دم نہین

مین وہ مجنون ہون جسے یاران ہی کا غم نہین
گرد صحرا کی لباس فاخرہ

کب ہی خط مین رقم حال دل پر غم نہین
کونسا ہے دائرہ جو

یار نے افشان جو چھیڑی کی زلف مین تو خم نہین
کونسا لاساپ ہی کچھ

ہے تنور نوح میرا دیدۂ پر نم نہین
کونسا آنسو کا قطرہ

دیوان غافل ۴۴

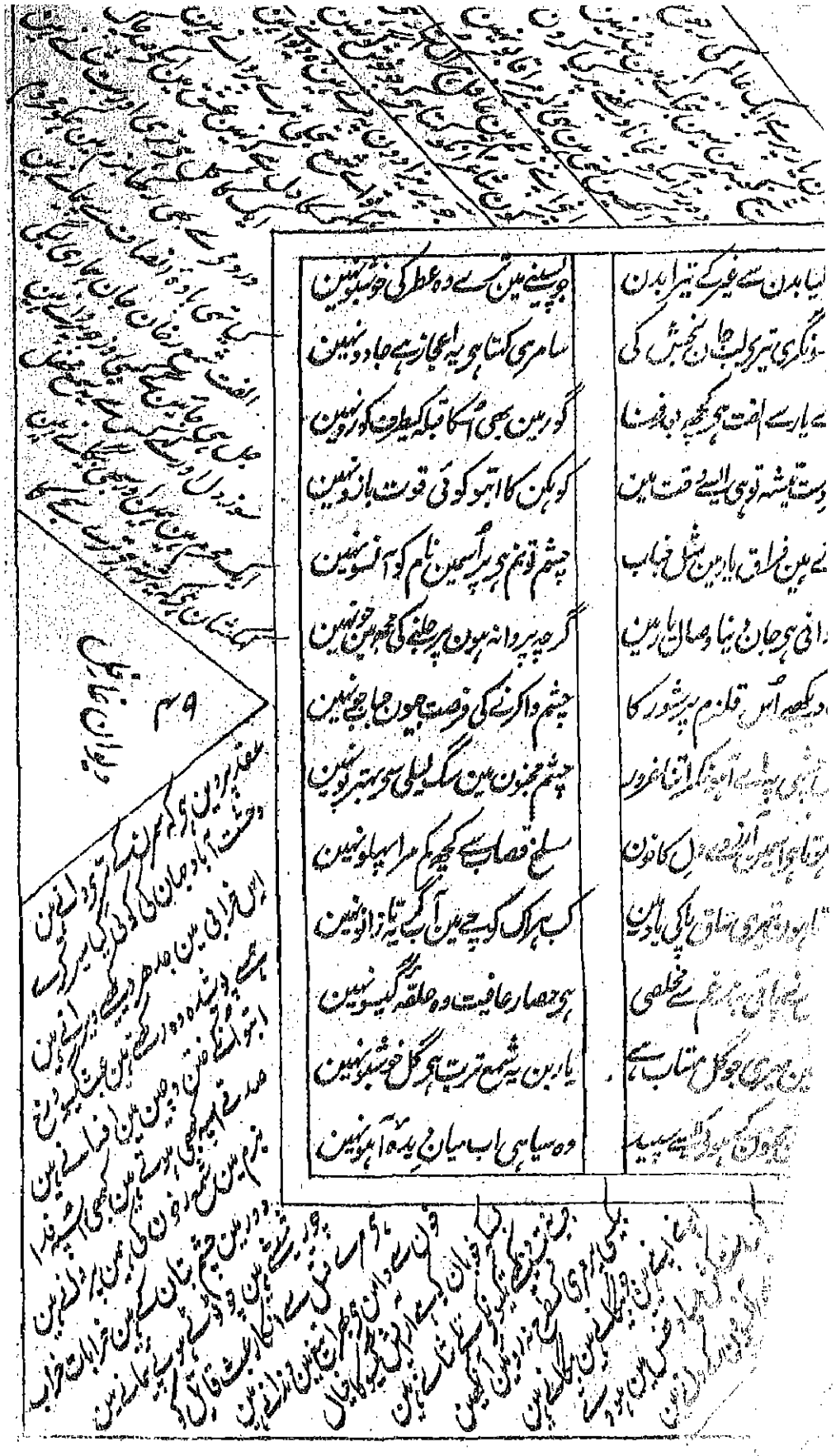

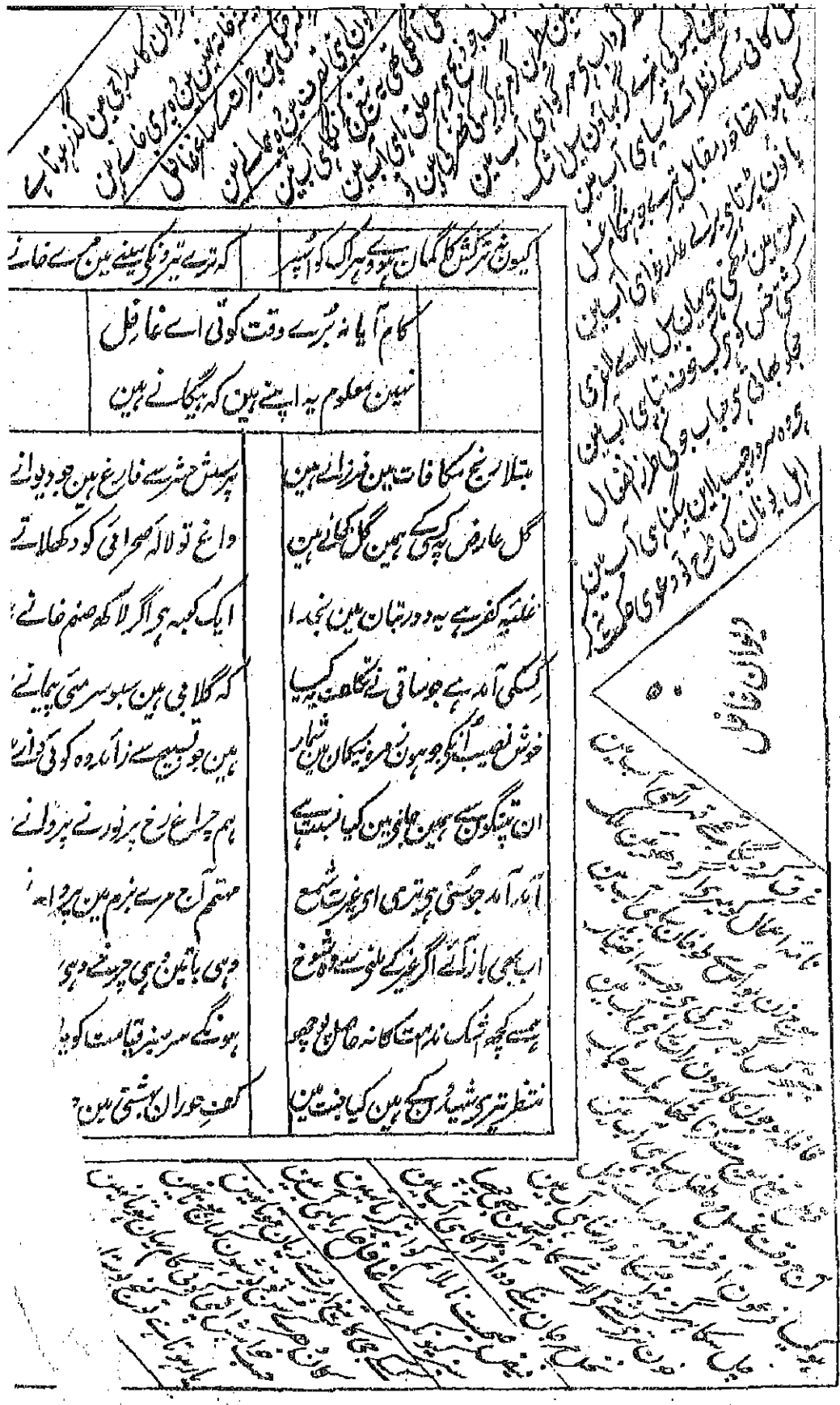

دوست کسکا چار دن وہم و گمان ہوتا نہیں
کسکے اوپر مجکو بدظن کا گمان ہوتا نہیں

نرمی اندام خوبان پر یہ ہوتا ہے گمان
عضو عضو تن میں انکی استخوان ہوتا نہیں

شرم عصیاں سے جھکی ہے اسقدر گردن مری
ورنہ اتنا طوق آہن تو گراں ہوتا نہیں

کب غریبوں پر نہیں ہوتا ستمگر مہربان
کب گلی میں اسکے شور الامان ہوتا نہیں

روز ہجراں میں قیامت کے آثار ہیں
کیوں زمیں پھٹتی نہیں شق آسماں ہوتا نہیں

حسن وہ شے ہے اگر کوئی زر گل کی طرح
لاکھ پردے میں چھپائے پر نہاں ہوتا نہیں

کیا سرائے پر خطر ہے اپنا یہ جسم گلی
جو فرد کش اسمیں دم کا کارواں ہوتا نہیں

ہم تو اس گلزار میں کچھ بن نہیں آئی بدو باش
ایک بلبل کا بھی جسمیں آشیاں ہوتا نہیں

کس طرح عمر گذشتہ کی تلافی کیجیے
ہو گیا جو پیر وہ ہرگز جواں ہوتا نہیں

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

51

خاک صحرا سر پہ اے مجنوں اڑاتا ہی جو تو
گرد مین تجکو نہ آئیگا پھر محمل کہان

دیر مین ہمنے تجھے دیکھا نہ بیت اللہ مین
عمر رفتہ پھر بسر کی تونے اے غافل کہان

پیدا ابر رنگ مارا گر دو فرہان کرون
دن رات وصف زلف تناہی بیان کرون

کہتی ہے برق خندۂ گل سے کہ تو سہی
بلبل جلا کے خاک ترا آشیان کرون

سجدہ بھی قتل گاہ شہیدان ناز ہے
زاہد تو ہی بتا کہ مین سجدہ کہان کرون

آثار مرگ ہین مری چہرے سے آشکار
صدمے شب فراق کے کیونکر بیان کرون

کس دن امید اس سے بر آئی مری جو مین
دست دعا بلند سوے آسمان کرون

جس سے دہل گیا تھا دل حالان شب
آتا ہی جی مین پھر وہی شور و فغان کرون

دو گام مجھ مین چلنے کی طاقت نہین رہی
کس منہ سے قصد ہم کہ

گل ہی اب چمن مین نہ بلبل نہ باغبان
یارب مین کس سے تسکو

پہلو مین دون جگہ ترے پیکان تیر کو
اپنی کسی طرح سے تو

غافل بقول مصحفی فخر شاعران
دل ہی نہین رہا

خالق کو رحم آتے جو غافل کے حال پر
سارے گناہ نامۂ عصیان سے دور ہوں

بے صرفہ چشم تر سے آنسو بہا دیے ہیں — مٹی میں ہم نے کیا کیا موتی ملا دیے ہیں
لب پانی لب سے تیرے اُس نے ملا دیے ہیں — کیا ذکر کوہی خدا نے بخت رسا دیے ہیں
صورت گر ازل کی دیکھو تو شوخ کاری — عورت سے آدمی کے نقشے ملا دیے ہیں
خوبی میں کوئی تجھ سے ہرگز چل سکے ہے — خالق نے گو پری کو دو پر سوا دیے ہیں
آنکھیں ہیں جھک گئی ہیں اک حال ہو رہے ہے — پردے میں آدمی کے جلوے دکھا دیے ہیں
مقتل میں چشم تر سے اشک ریز کیوں ہے — ایسے نظر سے اپنی تو نے گرا دیے ہیں
آنکھیں پھاڑ دو تو انچل تک — زخموں کے ساتھ منھ پر ٹانکے لگا دیے ہیں
نے تو محتسب کی ہے — مرنے جلا دیے ہیں تو جگا دیے ہیں
انچل میں جھک گئی ہے — گرمانے یاں کسو نے پانی چکھا دیے ہیں
وہی ہے یوں نہ سمجھیں — پھرسے موے گیسو کیسے بٹا دیے ہیں
خالق و قادر ہے — اور دوں نے محلوں کے پردے اٹھا دیے ہیں

ہر گز کسی نشان پہ کاروان نہیں
تک کان کھول کر سن تو درا کی فغان کو
ہے فقر یہ ہمی کی کچھ دستان نہیں
پیر مغان کے اور ہمارے خیال جو ہے
دونوں کا ایک ہی ہے ضعیف و توان نہیں
مجنوں نہ کس طرح ہو گلستان میں بد دماغ
جوں ابر دن کو لطف گل و بوستان نہیں
پردے میں ہے نقاب کے منھ کو چھپا لیا ہو گیا ہوا
شان نشان ہے کسی کا نشان نہیں

کنج محمل میں کیونکہ نہ گھبرائے دل کہ واں
ہم نہیں ہیں قیس نہیں ہم زباں نہیں

واں کون پوچھے عجز و نیاز فقیر کو
جس جا قبول طاعت گردن کشاں نہیں

جمعہ نالہ کش کی کوئی سمجھتا نہیں زبان
کیا اس چمن میں مرغ کمن آشیاں نہیں

شب ڈھونڈھتے ہیں کہکشہ تنجانی میں جسے
دل ہے کسے سوا زمانی میں اسکا مکاں نہیں

مجنوں سے کوئی کمد نہ لیلیٰ کا وقت ہے
جانا ہوا قبیلہ لیلیٰ کا اور ساربان نہیں

ملک عدم کو جانے کو کیا ساتھ چاہیے
درکار اس سفر کے لیے کاروان نہیں

عرلت گری کا میری باعث ہے یہ بھی
مجکو دماغ صحبت نوابِ خان نہیں

غافل نہ پوچھ مجھسے تو وصفِ رخانِ یار
احوال عیب ہے یہ کسی پر عیان نہیں

ہر کسے شوقِ شہادت ہیں خیال گران
شمع سان ہجر میں ہیں ہر

تیرہ بختی کو مرے جیسے ملا حسن قبول
خال رخسار کہیں ہو کہیں

تیغ تو اسپہ سمجھ کر کے لگا نا جلاد
کہ مری ہر رگ گردا

پردہ شب میں کوئی نور سحر چھپتا ہے
کب انواں جبہ میں

مژگان کی یاد میں کبھی آتی ہے نیند مجھکو
یہ موت نہیں ہیں ہیں سچ یہاں بدن میں

سر بھی سنبھل نہ شام غربت میں ہو چلا ہے
اے کاش سچ تو ہوتی مجھے وطن میں

مجنوں میں اور مجھ میں خیر اس قدر تفاوت
یکتا میں اپنے فن میں کامل وہ اپنے فن میں

دست قضا کے آگے شیشہ کیا حوالے
قوت تھی جب ہی کچھ بازو کے اس بدن میں

جاتا تھا میں جو یاد لیلیٰ بتان میں شب کے
جو شعلہ دل سے اٹھا جا کر بجھا میں میں

کس کی صفات تن کا کشتہ ہوئے نہیں جی اے دل
دھبا نہیں لگا ہوا تک جامہ کفن میں

عاشق ہوں اور جز الاسے دارالق میرا
مذہب میں شیخ کے ہوں نہ کیونکہ ہو برہمن میں

ہوتا نہیں کسی میں حرف گیر یوں سے
چاہے سخن کسی سے ہے غافل مرے سخن میں

کر خار عاقبت یاد میں
عالم ایجاد پھر کیا ہو اگر زندان نہیں

ہے ٹھگ کہ ہاتھ کر دن ہی
زور بازو میں نہیں خنجر ترا ایران نہیں

کہنے سے آتی ہے صدا
دیدہ کے قابل بہار گلشن امکان نہیں

کشتہ رو دے کیا کی
جسکے خوں کا حشر کو دن بھی کوئی سماں نہیں

ہوئے باتوں میں بسر پیشہ ہاتھ بجاں نہیں
حال ان آنکھوں نے کہ دکھیں کچھ اپنی فکر
تن کہتے ہیں ہمارا نالہ سوزاں نہیں
عمر باقی ماندہ کہ دے یاد میں اسکی
ایسی ہی ارمان غافل اور کے ارمان نہیں

خط نو دمیدہ یہ ہے تو مشتاقو
دل نہ سمجھا الجھ کے لے زلفو
اے خوشا حال اُنکا جو خوبان
ہاتھ اک دن قلم تمہارے ہین
خوب ہی پیچ و خم تمہارے ہین
کشتۂ تیغ غمزہ تمہارے ہین

راست رو سے نہین تو کیون غافل
دامن و جیب نم تمہارے ہین

کوہ و صحرا اک ہمارے دم سے آباد ہین
مجلس رنگین خوبان ہم نہین گر ہے سے
نالۂ زنجیر مجنون سے یہ آتی ہے صدا
پاس ناموس وفا خاموش رکھتا ہے ہمین
داد خواہون کی اگر کہنا نہ بیٹھیون ہم تو
ہر نفس قید قفس سے جلد مین آزاد ہون
کس نے یار سا رکے مانند چھیڑا ہے مجھے
دیکھنے کی ترے کس کس کو نہین ہے آرزو

عشق کا پوچھ نہین مجنون ہمین فرہاد ہمین
گل ہمین بیٹھے ہین جو اسکے ستادہ ہمین شمشاد ہمین
قید کی لذت وہ کیا جانین کہ جو آزاد ہمین
درد مثل فی سر سر ہم لب
کام کیا انسے کہ ہم تو کشت
میری بات بے ناگوار خا
غصہ عنصر تین سے
وہ بھی ہین شائق تر

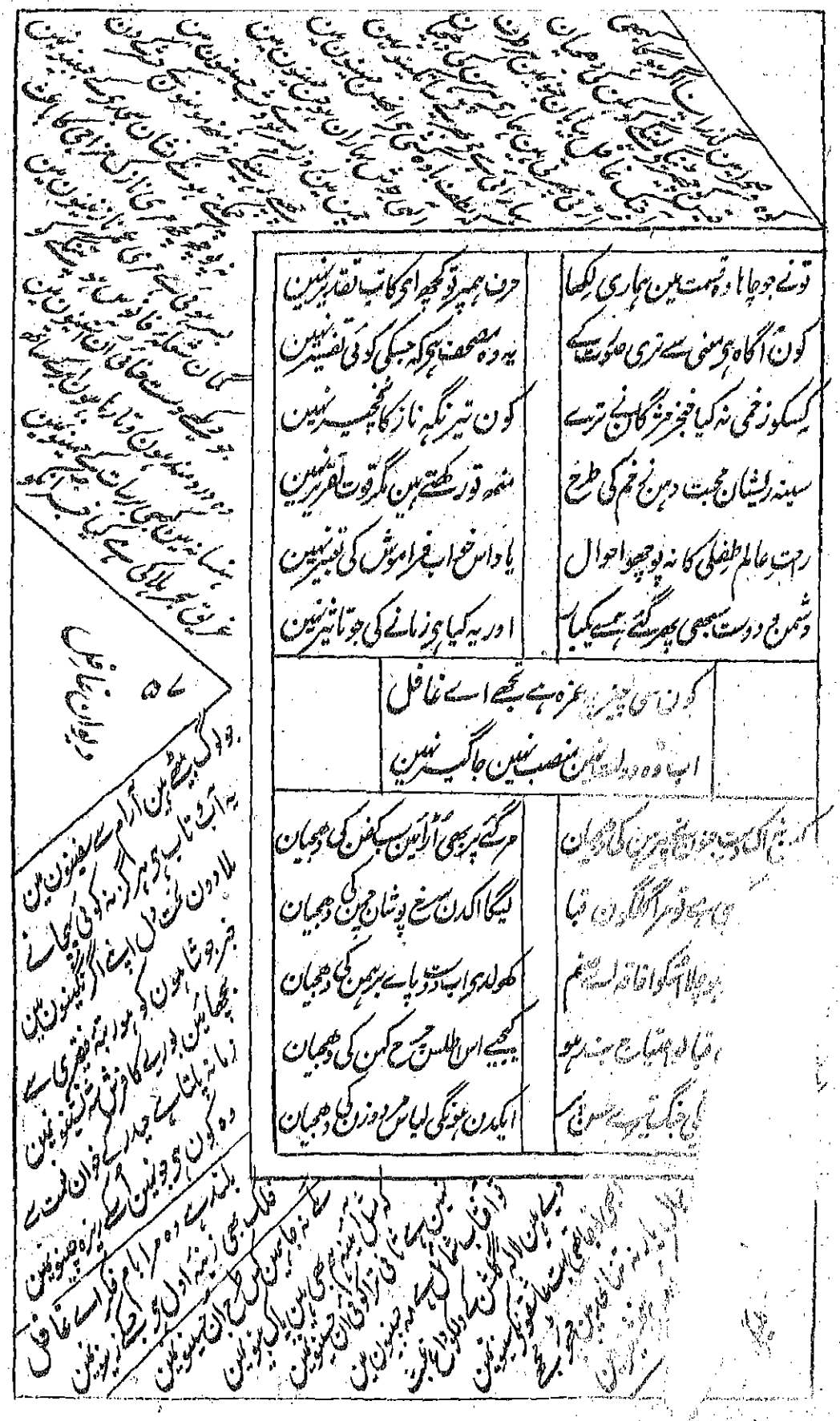

ہلیگی کسکی مجھے دولت ہم آغوشی
پھڑکتے ہین مرے بازو جدا آستینون مین

رکھے ہو لاکھ نگین اک آدھ جوہر خوبی
نہین ہے معدن الماس سب نگینون مین

نہین ہے دل پارہ کی سی آنین سیر
کرو رمرتبہ دیکھا ہزار بینون مین

جنھونکے زیر نگین تھا کبھی یہ ہفت اقلیم
زمانہ نام بھی ان لوگون کا نگینون مین

شہید پنجہ رنگین ہون دیکھا مرا خون
حنا کی طرح سے بٹ جائیگا حسینون مین

غضب خدا کا وہ بن ٹھنیان جب خرمن
جنھین سمجھتے ہین ہم اپنی خوشہ چینون مین

چھپے ہے صورت اشراف بھی کمین غافل
زمانہ لاکھ ملائے ہمین کمینون مین

اسی پہ پڑتی ہے آنکھ اپنی نازنینون مین
ملے ہے جس سے شباہت تری حسینون مین

وہ بن سنورکے جو نکل آئے نازنینون مین
رقیب ہو گئے میرے کہ

کسی کے لعل مصفا کی یاد مین ہمنے
شراب سرخ رکھی ہجر کے

شب فراق مین بھلا مین کس سے دل اپنا
نہ ہمدمون مین کوئی ہے

کیا ہے نالۂ بلبل نے کیا فغان انکو
پڑی رہی ہے جو چپ

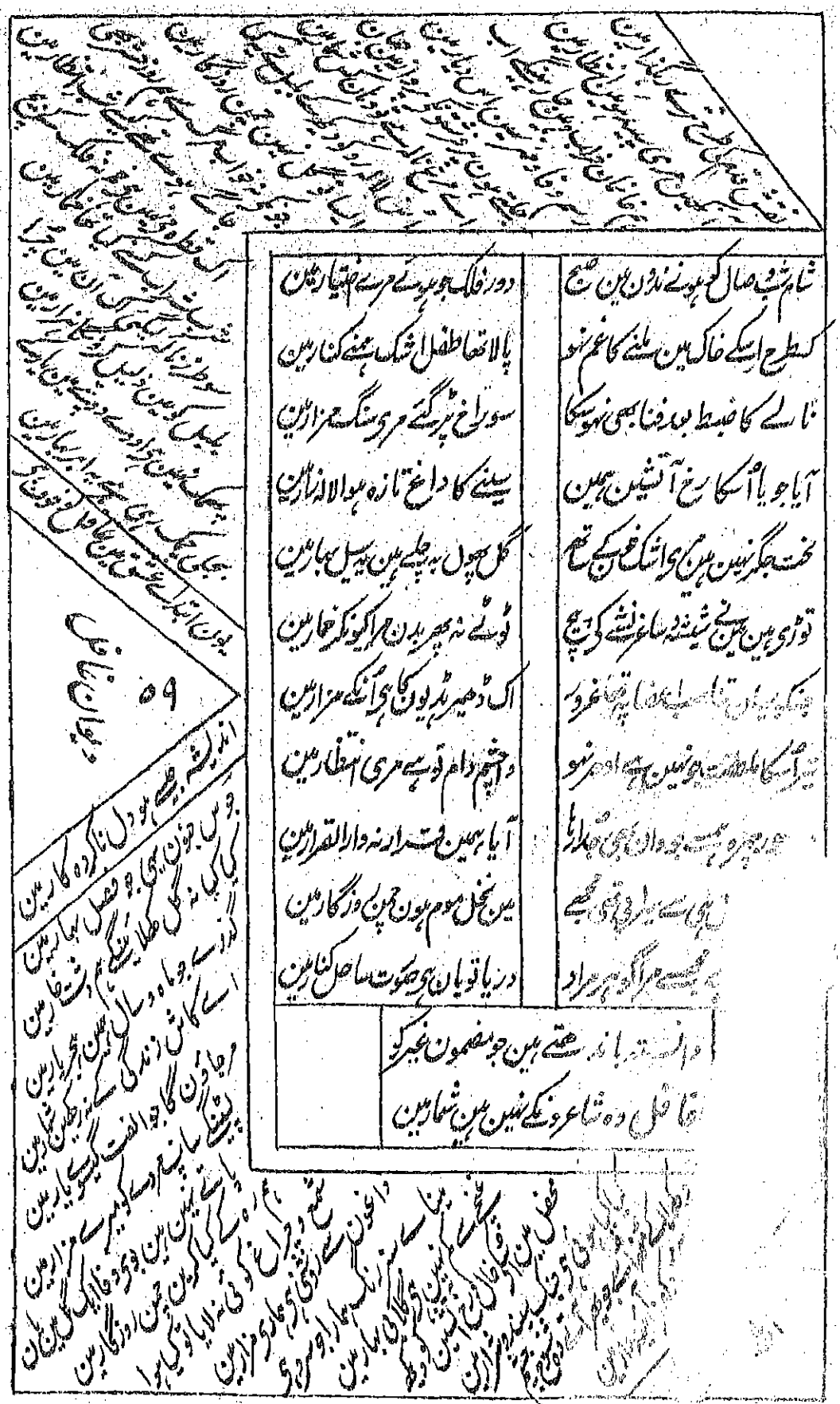

اللہ ری شرم حسن کہ مجنون کو دیکھکر
چھپ چھپ گیا ہو ناقۂ لیلیٰ غبار مین

تلوون سے میرے آگ لگی ماری رشک کے
سنعدی لگائے غیر جو پائے نگار مین

شوق شراب و خواہش بوس و کنار ہو
کیا کیا ہین حسرتین دل امیدوار مین

دعوت کسی کے خنجر بیکان کی کیا کرون
اک قطرۂ خون نہین ہو مرے جسم زار مین

یکسان نہین سے قبر کو میری بنائیو
مین مر گیا ہون حسرت بوس و کنار مین

اس عالم فنا مین تو پایا نہ ہمنے چین
آرام کچھ ملا بھی تو گنج مزار مین

نسبت پری سے دیتے ہین اے حور جو تجھے
کرتے نہین ہین فرق وہ کچھ نور و نار مین

سر رکھیو ہمسے معرکہ آرائے عشق مین
نامرد کا نہ ٹھہرے قدم کارزار مین

اے غیرت مسیح خبر اسکی جلد لے
غافل تڑپ رہا ہو ترے انتظار مین

ترا شک خون سے گوشۂ دامان ہو اندرون
کیا آب و رنگ پر یہ گلا
غنچے کیطرح چاک گریبان ہو اندرون
خوش جنون ہے خصلت بہا
کیا سیل اشک نے مرے صحرا کی راہ لی
کوسون تلک جو سنا

ایک گل تر کِلا کھلو ہنستے ہیں پاے دھوپ میں
تھل مہی کا کوئی دیکھے تماشا دھوپ میں

چاہیے عاشق کو جیٹھ ہی اور پنکھا دھوپ میں
ابر دو دا ہ کا کافی ہے سایا دھوپ میں

طرفہ ہے اوقات ہم دارفتگان عشق کی
رات کو تو ٹھنڈ کھاتا ہے دن کو چلتا دھوپ میں

گر یہ مجنوں نے شادابی نہ ہوتی گر آسے
سوکھ جاتا مرقد لیلیٰ کا سبزا دھوپ میں

آفتاب حشر کی کیونکر انھیں آنکی تاب
چلتے ہیں جو رکھ کے یاں سر پر چھاتا دھوپ میں

آئینے کو دیکھ کر اسکے رخ روشن کے حضور
برف کا جیسے ندیکھا ہو پگھلنا دھوپ میں

دیر آتے تھے جو ہمارے گھر کو ہم آسے
اسقدر سنو لا گیا قاصد کا چہرا دھوپ میں

عکس ہے تیرے تشیر سے یوں ہر نصر آئینہ
جسطرح لہرا رہا ہو آب دریا دھوپ میں

تیرے چہرے سے گرے جس جا پسینا دھوپ میں
اُس جگہ سے ہے گل نورستہ پیدا دھوپ میں

جاے حیرت ہے نہ تیرا لب سکھا دھوپ میں
آئنے کے سامنے شبنم کے گویا دھوپ میں

تیری کفش پا کا جب چمکا ستارا دھوپ میں
رہ گیا ہے کی طرح سے مہ گیا

ہم یہ سمجھینگے نمیاتی ہے وہ اپنے عہد کا
جو کوئی فاضل غزل ایسی کہیگا دھوپ میں

61

چاہیے بال پری کا چھپایا دھوپ میں
نکل ہے نفرت ماہ نیلی بیابان میں کبھی

پیدا مجنوں کے تئے ہوگی نہ ٹھنڈا دھوپ میں
قدسیاں وصف یاد کریا پری

جسمیں ہیں وہ قامت کو بھایا دھوپ میں
خرمن نور شید پر بجلی گری کیا جانے

آج کس کا طرہ پیچش چمکا دھوپ میں
شنہ دیدار اون غافل ہے

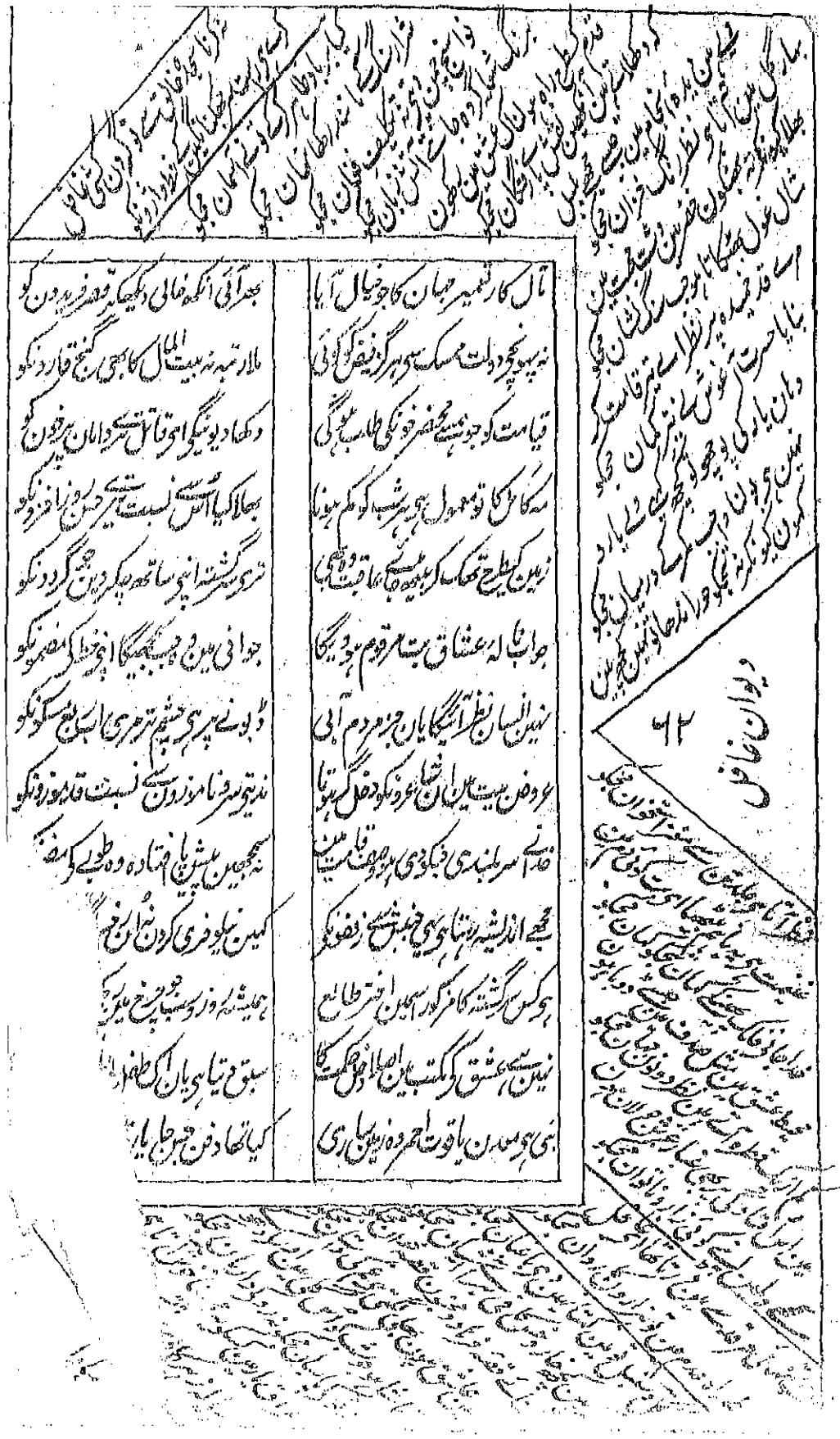

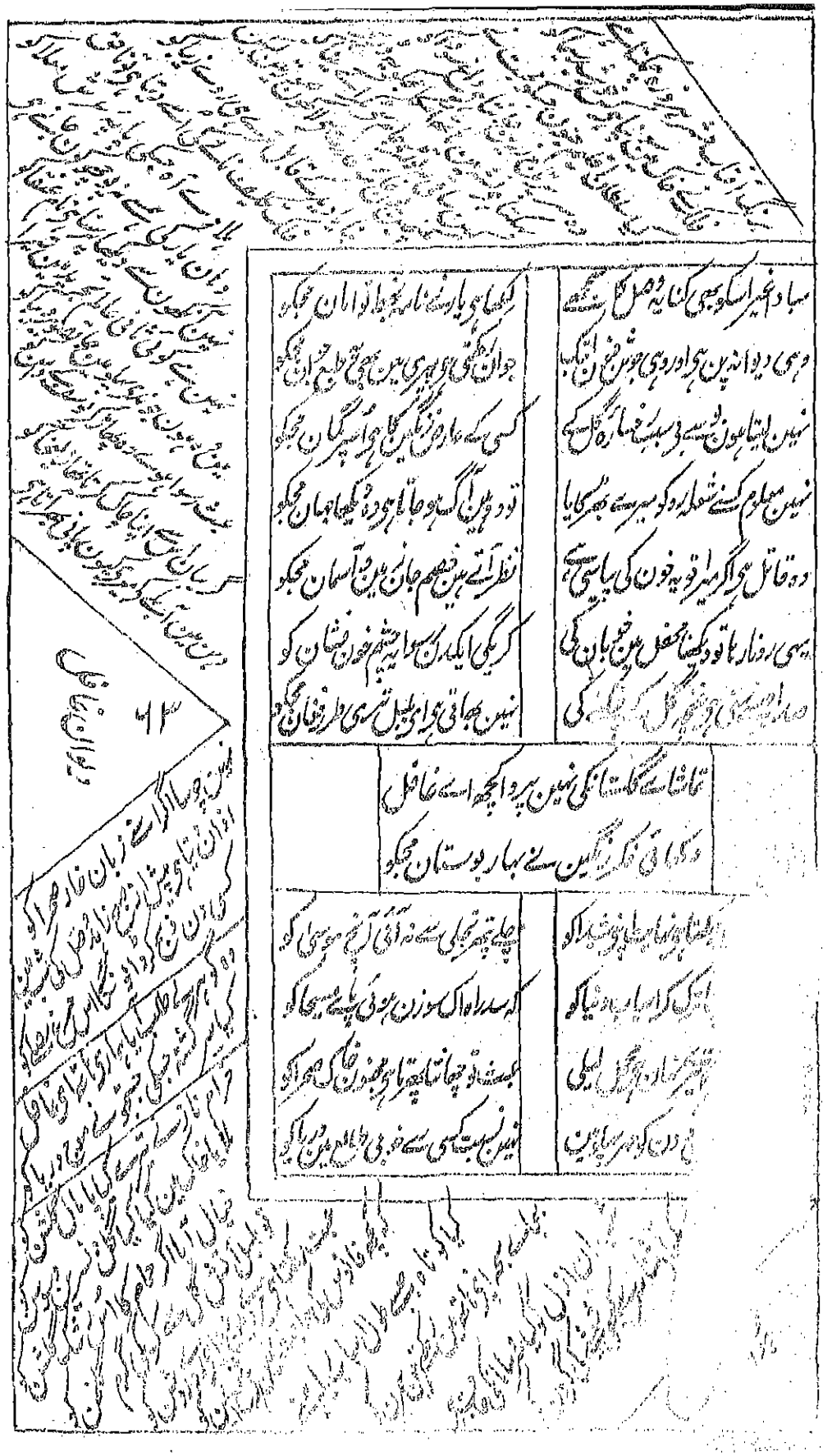

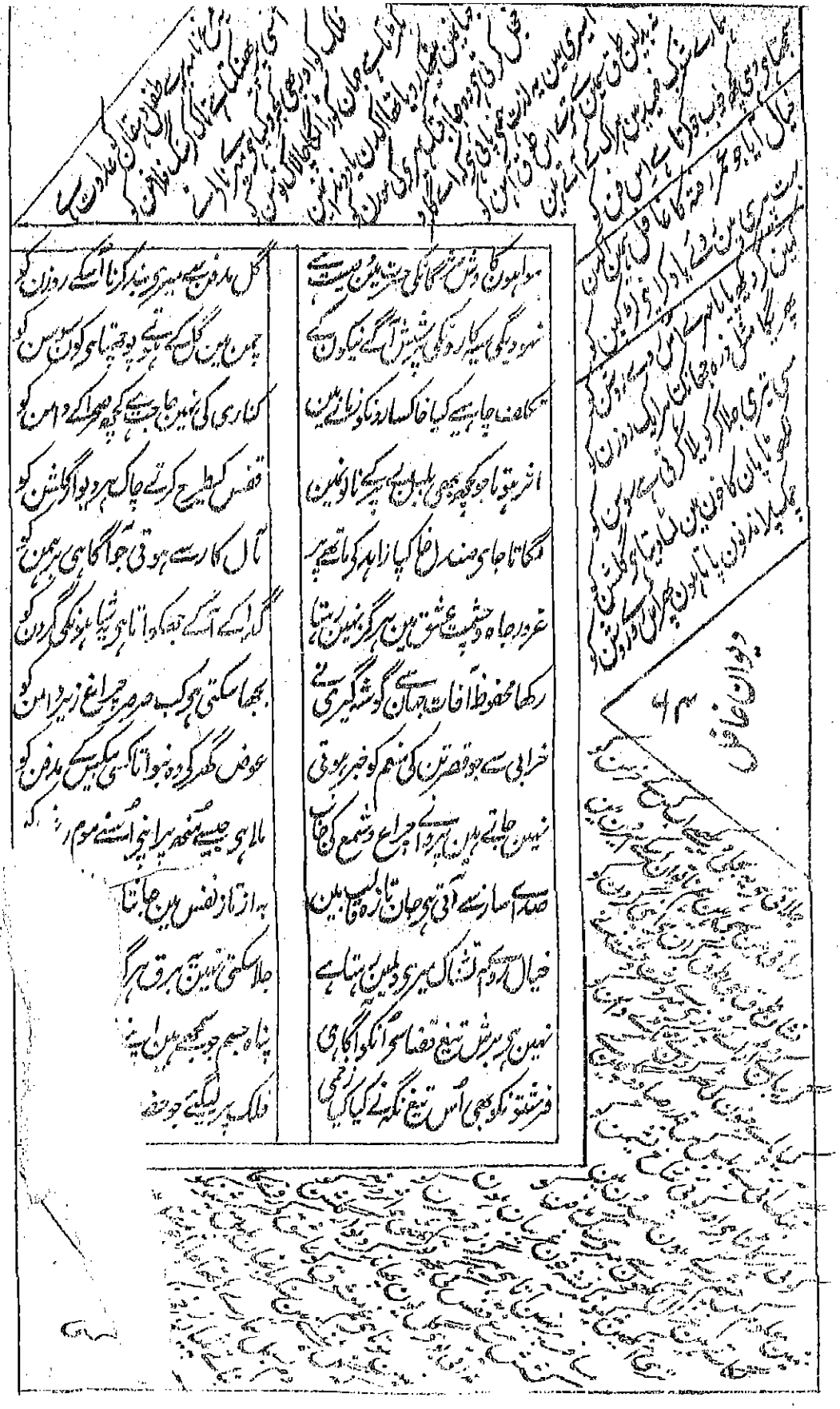

کسی محبوب کی تیغ نگہ کا کھاؤ ہو دل میں — دکھائیں گے نہ یہ زخم نہانی چشم سوزن کو

اسیر زلف تیرے اے سر و قد بند قبا ہوں — نکالا کیا کوئی گردن سے میری طوق گردن کو

کرامت آپکی اے شیخ صاحب ہم نہ مانینگے — مسلمان آجتک تم نے کیا ہے کس برہمن کو

ہزاروں گل چہ دیوانے ہوئے پیدا زمانے میں — ہم ہی نے اک کیا آباد پھر محبوب کے مسکن کو

عداوت جو رکھے اس سے عداوت آپ بھی رکھیے
یہ نادانی ہے اے غافل سمجھنا دوست دشمن کو

نرخ جانا ہے سجدۂ آستان یار کو — جو لباس کعبہ سمجھا سایۂ دیوار کو

دیدہ بازی کی مگر در پردہ خو ہے یار کو — بند انبرک سے کیا جو روزن دیوار کو

آپکو کوئی خطا پھوٹے نہاں خط رخ یار کو — کلک قدرت نے لکھا ہے اس خط گلزار کو

آہ ہوں آبیدہ رنگ پر بگلزار کو — آبجو کس نے بنایا دیدۂ خونبار کو

ہے منزل مقصود کو یار کو — ہے چمن بلبل کو اور دار الشفا بیمار کو

ہو وہ جنگا دیکھنے جائے تو جس بیمار کو — خوب سا ہمنے جلایا مرغ آتشخوار کو

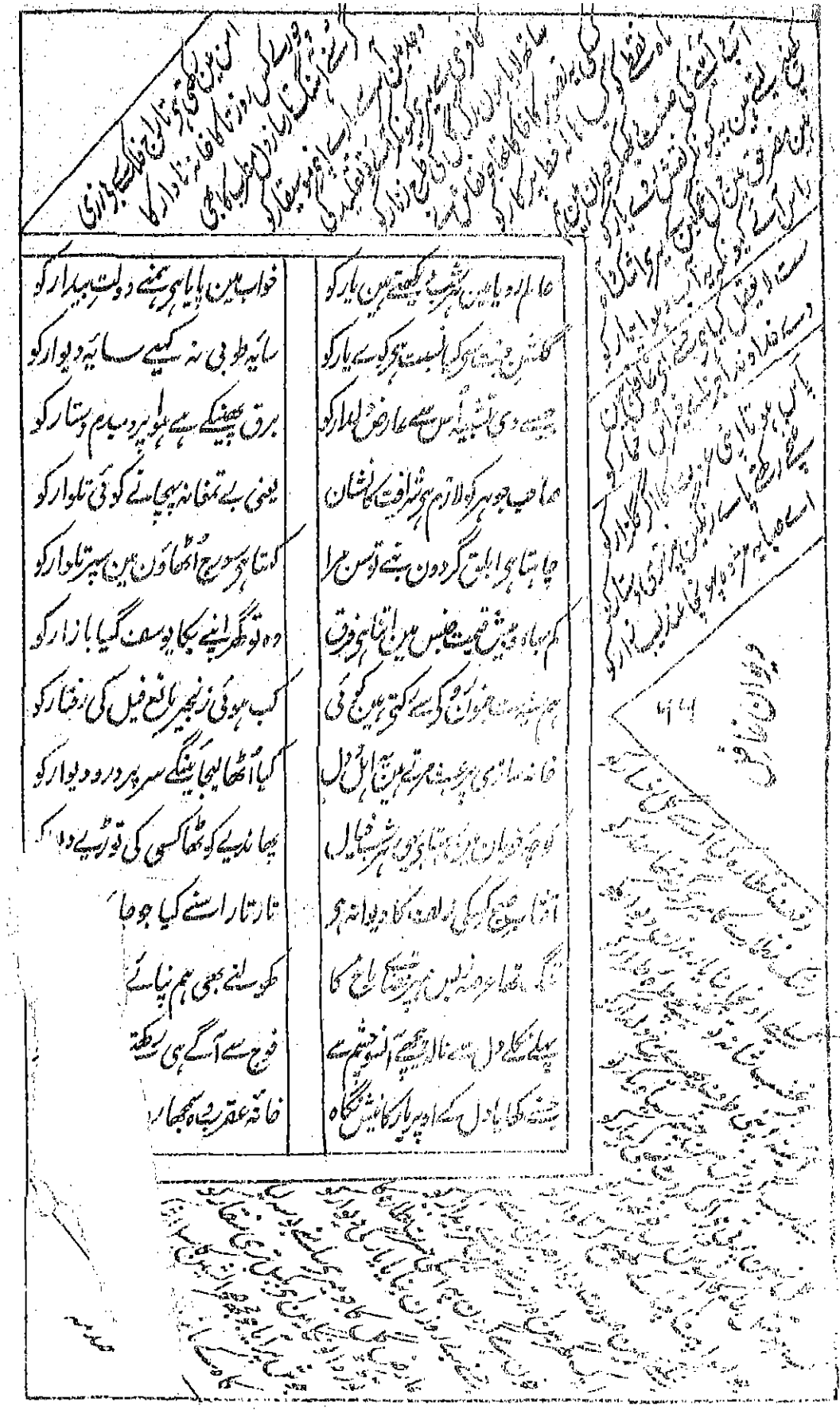

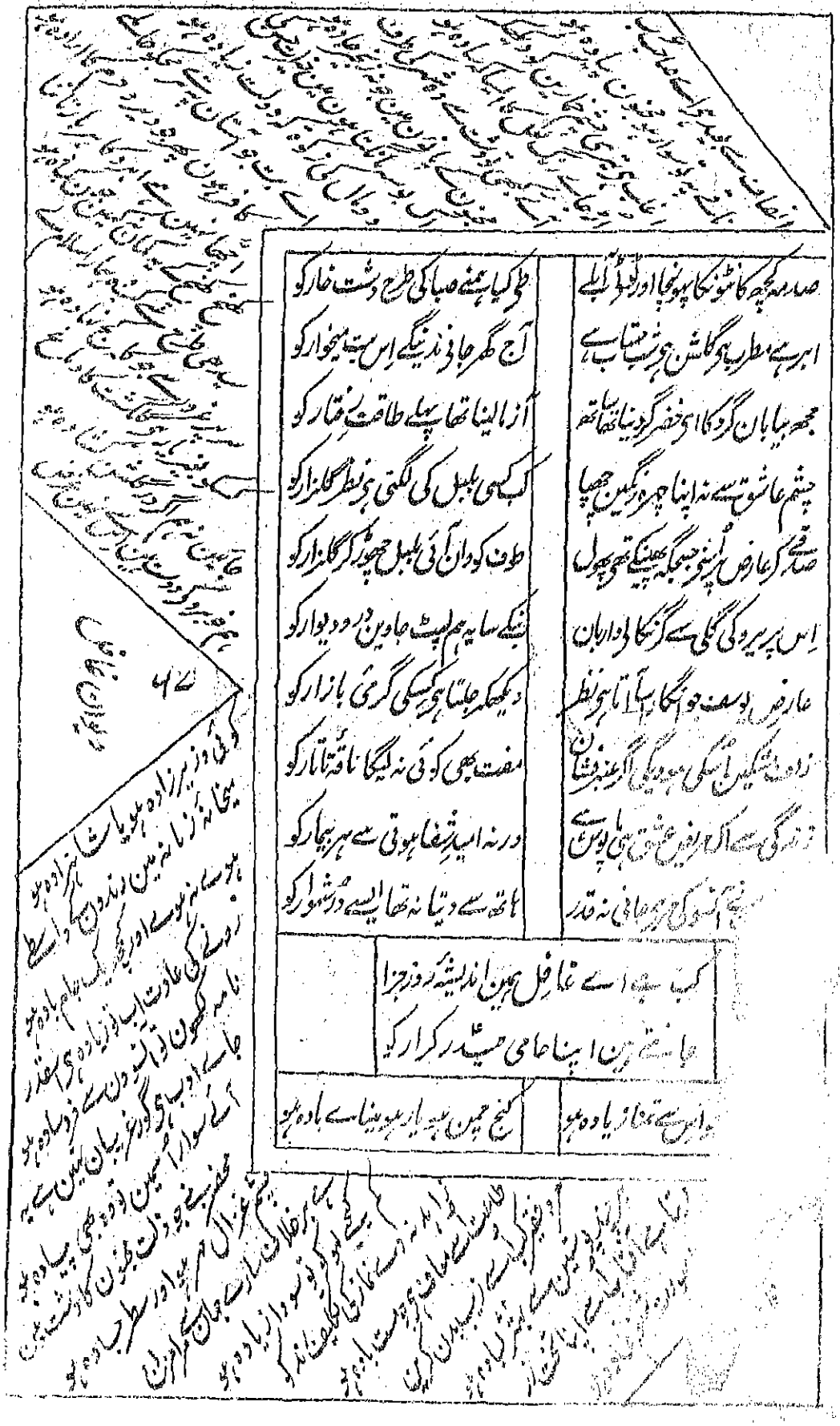

فارغ ہین یون کشاکش دنیا سے تخت تن
جیسے کرہی کمان ہو سر اے کباده ہو

خورشید ایک تیر سے پہ آیا یہ ہو یقین
گر بے نقاب تو سر بام ایستاده ہو

اشکون سے اپنا سبزۂ مژگان ہمیشہ دام
کیونکر وہ کھیت خشک ہو جو آب داده ہو

کیونکہ ہو تیری خاطر نازک سے آگہ
ممکن نہین کہ عقدۂ ریشم کشاده ہو

مرد سپاہی رکھتے ہین غافل خوف شیر
مارین اسی کو لاکھ مین جسپر اراده ہو

خط مشکین چاہیے کیا اس رخ پر نور کو
ابر کا ہونا نہین لازم ہے برق طور کو

کس قدر یہ رند بھی ہین مست صہبائے غرور
توڑتے ہین خشت غم سے کاسۂ فغفور کو

راہ تاریک عالم مین خوب کھاتا ٹھوکرین
کہ نہ شمع دار ملجاتی یہان منصور کو

اصل کا رتبہ پاتے کم بہا نقلی سے
کب ملے ہیرے کی قیمت دار

سوزش دل کی مدارا مین بجھ کر گرم تھا
جل بجھا جب سینہ تب ٹھنڈا

ہے یون چرخ کوکب کو جلایا آہ سے
پھونک دی جیطرح کوئی خا

چشم تر سے اشک خون جاری جو ہے ہر مین سدا
بند کرنا یک بیک آ

تیغ کے مانند اتنی سرکشی اچھی نہیں
بیگانہ کاٹتے ہیں گردن مغرور کو

جیسے ہم زخمی ہوئے تیغ نگاہ مست کے
دوست رکھتے ہیں نہایت زخم کاری کو

سیر ہے نکتہ چیں ہستی روشن آفتاب
کیا نظر آتا ہے غافل دیدہ بے نور کو

دست رنگیں نے چھپایا چہرۂ پرنور کو
گرد یا گل شمع ایمن نے چراغ طور کو

محو جوئے شیر ہے فرہاد جو فردوس میں
قصر شیریں کا مگر سمجھا ہے قصر حور کو

چاک کر سینہ جو دل میں ہجوم آرزو
کس نے دربستہ رکھا ہے خانہ معمور کو

تیر ہے روئے تشیں پر خط کی ہو کیونکر نمود
بے دھاں دیکھا ہے اکثر شعلہ کافور کو

ہاتھ ہے جانباز بھی کوئی تیغ تیز ہے
زخم کاری کر دیا ہے سینے کے ناسور کو

بھیک لیا چاہے تو کر محنت قبول
ملتے دیکھا ہے دفینہ بیشتر مزدور کو

ہی آہ و فغاں میں شب تا روز فراق
میں ہوں وہ فرہاد کاٹا جس نے کوہ طور کو

کیجیے پیدا اگر ہو ایسے یکساں
پختگی کرتی ہے زائل تر شی انگور کو

مجھ سے ہیں کیا کیا ہے یہ
ایسے بیخود ہو گئے پیکر ہے منصور کو

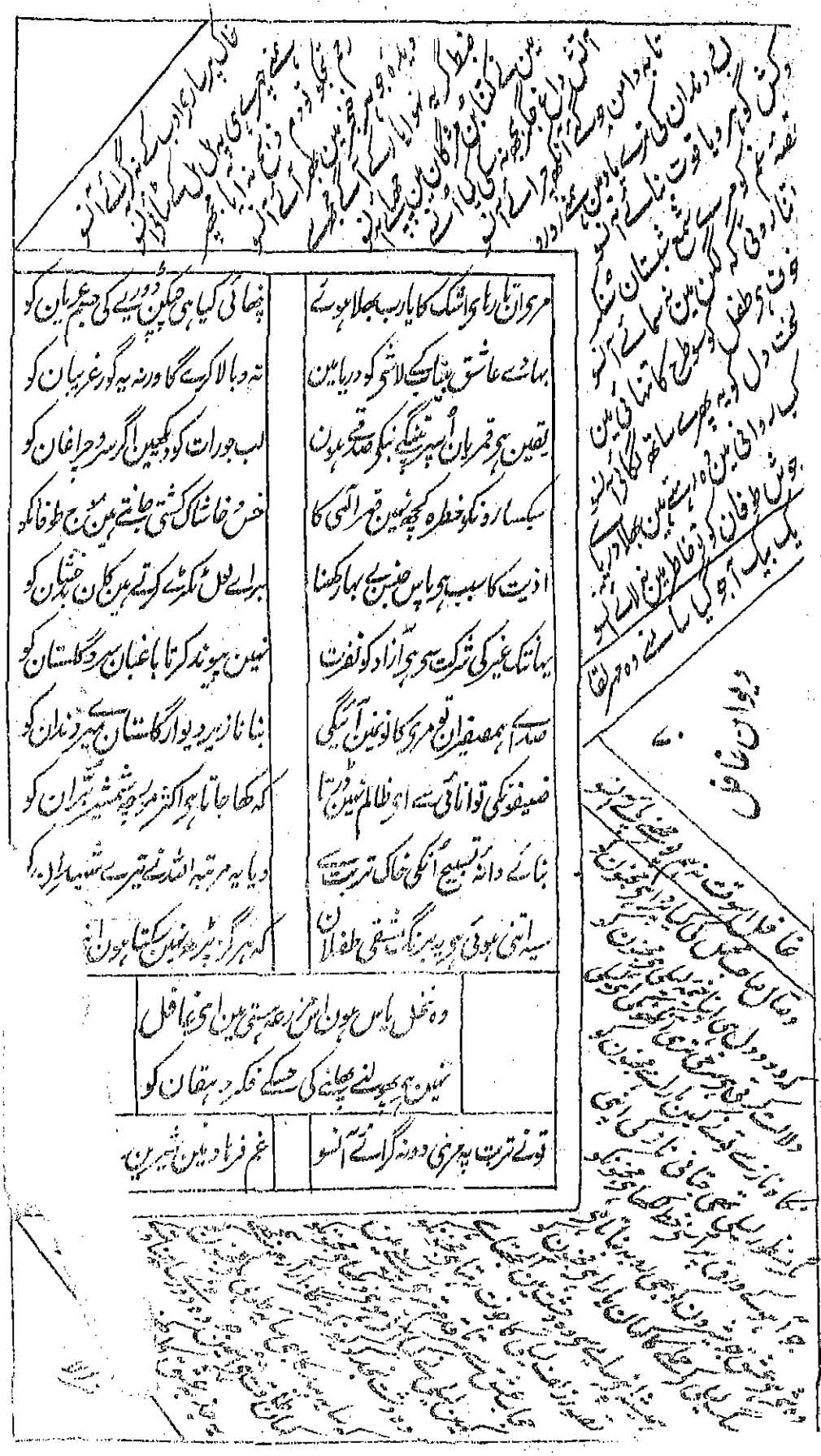

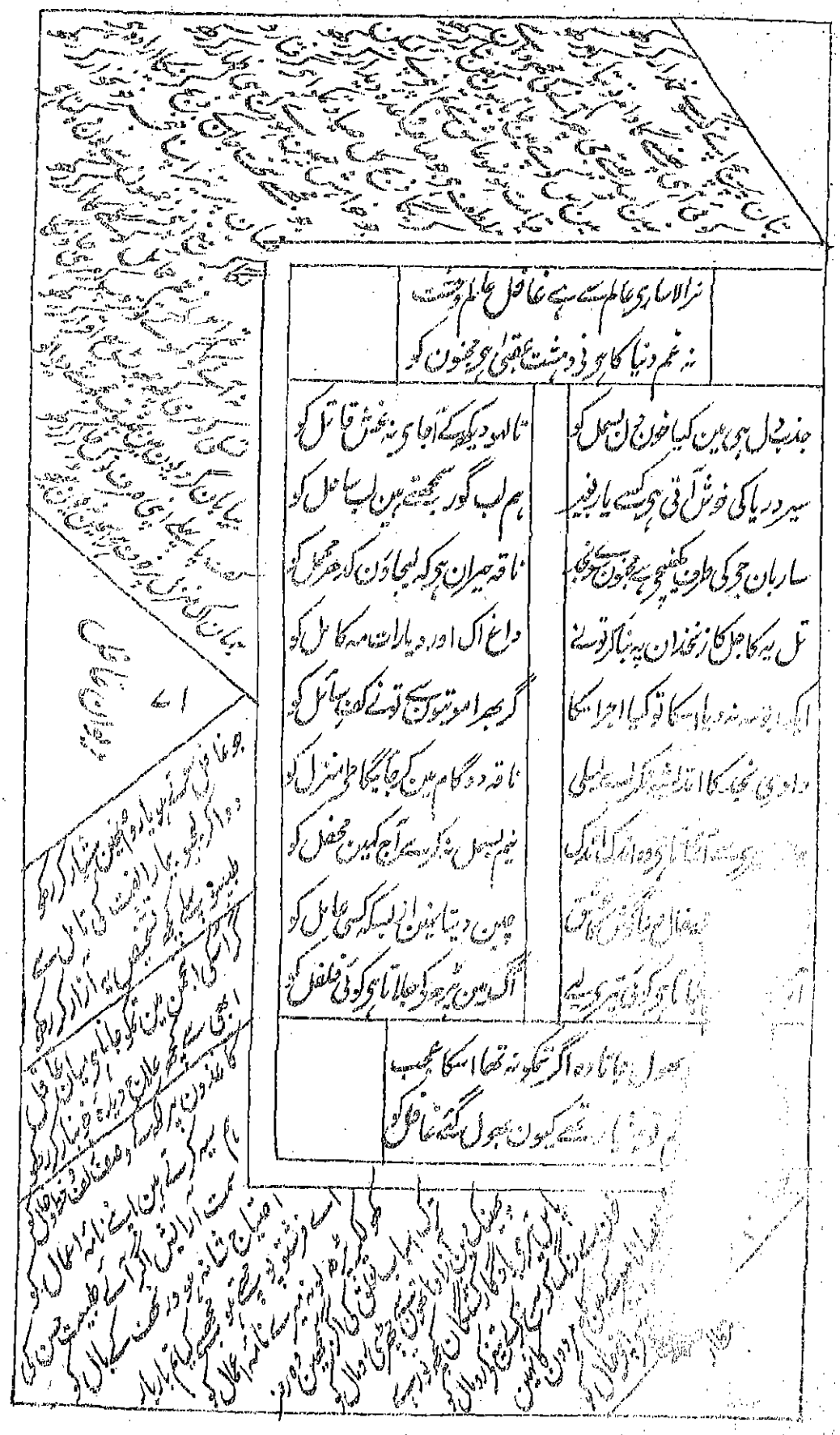

انتظار یار مین اپنے خط نوشتہ دست
بخت خوابیدہ کسیکا تا نہ چوکو خواب سے
مٹ گئے ہین گنتے گنتے روز ہاہ و سال کو
زیب بالیں کیا ہی کم صد اضطراب کو

قطع کر نا رشتہ الفت کا غافل غیب ہی
کون ساتھ اپنے لگائی رکھے اس جنجال کو

تحریر اسکی نازکی مضمون نہو
عریان اٹھین گے قبر سے آخر تو حشر کو
صیاد وان نرکھ قفس بلبل اسیر
تیشے کے جو دہن سے نکل آئی ہر زبان
بے سعی غیر نکلے ہی دریا دلون کے کام
منصور کو جو دار پہ کھینچا بجا کیا
مین نے تو سینہ چاک کیا اسنے پیرہن
ازبسکہ صاف دل ہین یہ منظور ہی ہمین
اتنا بھی سادہ رو تو خوش آتا نہین ہمین

جائے قلم اگر رگ برگ سمن نہو
رکھدو ہمین یونہین جو نہین ہے کفن نہو
برسون جہان گذرا نسیم چمن نہو
پیاسا ترے لہو کا تو ای کوہکن نہو
چشمے مین کچھ بھی حاجت دا و سخن نہو
وہ بات کیون کہے
مجنون نہ خم سینہ
نامہ بھی تجکو بھیجہ
اک آدھ

لطف کیا رہی کہ اس گلشن مین اے بلبل تمہین
باغبان صیاد ہو اور موسم صبزہ دام ہو

کوچۂ جانان مین رہین ہم اگر دل کھول کے
پل مین دریا کا کنارا کنارۂ بام ہو

آتش افسردہ ہین انکے مسی لودہ لب
آنسے کیونکر نہ پختہ اپنی آزردے خام ہو

کوئی بے اسکی نہین اس بت سے سازش کیطرح
یا ہمین کافر ہون یا وہ صاحب اسلام ہو

چاہتے ہین یہ پتنگے شوق وصل شمع مین
ہم جلین او رصبح دود پاکی پر سے شام ہو

کیا کوئی شاعر مگر کو تیری باندھے شعر مین
جب تلک مضمون نہ اسکا غیب سے الہام ہو

[illegible] فقر اک بنا تخت شہی
مجکو کیونکر اعتقاد گردش ایام ہو

[illegible] تباہ اسے دور فلک اور مجکو رنج
یان مجھے دوران سر ہو وان جو دور جام ہو

[illegible] تسلی ہو
تلخی شکر مین بھی دیوے تلخ جو بادام ہو

اے جناب اکبر یا مین یہ ہی غاضل کی دعا
ہو کہون مین شعرہ مقبول خاص و عام ہو

[illegible] تو جسمین یان نثار ہو
ٹوٹے بدن مرا اگر اسکو بخار ہو

[illegible] کی جو مرضی ہی صبا
زنجیر بھی ہو پاؤ مین تو خار دار ہو

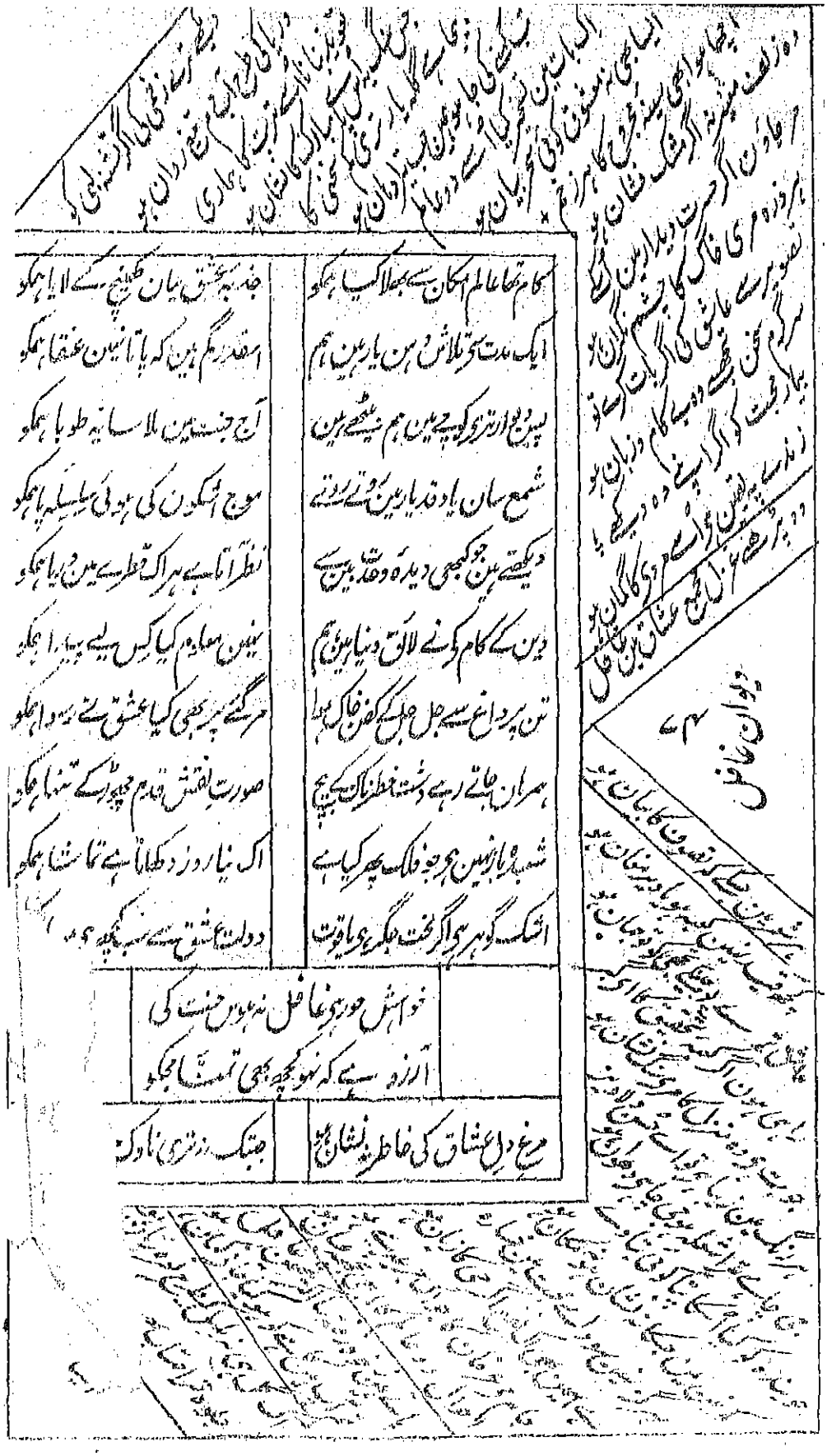

ایسا نہ کوئی خاطر عالم پہ گران ہو
جس کشتی پہ ہم بیٹھیں وہ کشتی نہ رواں ہو

میں سنجھی دوراں سے رگ سنگ بنا ہوں
نشتر بھی لگاؤں تو نہ خوں تن سے رواں ہو

اس باغ کے گل مد نظر اپنے نہیں ہیں
ہو تا ہمیں جہاں گل یہ خزاں آج خزاں ہو

مضمون جو لکھوں خوبی اش دیدار کا خود میں
جو دائرہ حرف ہو چشم نگراں ہو

حیرتگاں کے خس و خار ہوں کیا پائمال گیہ
ہو جادہ وہ جو ان کاہ اگر کوہ گراں ہو

خاموشی میں جو ن غنچہ ہزار اسکو ملا ہے
ہر گز نہ کرے بات اگر لاکھ زباں ہو

ہمرنگ برخ یار اگر ہوئے کوئی گل
بلبل نہ کبھی باغ میں سرگرم فغاں ہو

میں دامن جاناں ہی میں کسی گل کے ہوا ہوں
کرنا مجھے واں دفن جہاں لالہ ستاں ہو

جسطرح سے شعلہ دل خار امیں نہاں ہو
جہاں ہو ہمیشہ میں اوں ہو رمحبت

رکھواسے فن شعر مرتب ہے اسی کو
جو کوئی کہ غافل ہمہ گو ہو ہمہ داں ہو

جو پھرے اس کے کموں پہ پریشان اسکو
دیوانہ کرے شہر کا قصد
پاؤں پہ پڑ کے دیکھیں خار مغیلان اسکو

کیون نہو جان زار کے نالون سے تنگ
زندگی کرنی پڑی ہے اسی بیمار کے ساتھ

ہمصفیرون سے بہار اب کی چمن کی لوٹی
ہم قفس ہی مین ہوے مرغ گرفتار کے ساتھ

اندرون قید نے نکالی ہے مری طرز خرام
جی کھنچے جاتے ہین ظالم تری رفتار کے ساتھ

سجدہ کرتے ہین اسے شیخ و برہمن دونون
بت کو نسبت نہین کچھ سنگ در یار کے ساتھ

مجکو اولاد علی سے ہے محبت غافل
حشر ہووے گا مرا حیدر کرار کے ساتھ

ہم فقیرون کا ہے گرد کارہ فاختہ
اپنی کو کو پر کرے ہر گز نہ غرہ فاختہ

جل کے خاکستر بھی ہو جاتو اک آن مین
گر ترے دل مین ہو سوز عشق ذرہ فاختہ

چشم تر سے اپنی تو سیراب کر شمشاد کو
یان درخت خشک پر چاہتا ہے آرہ فاختہ

جامۂ خاکستری سے تیری یہ ثابت ہوا
اپنی درویشی کا ہے تجکو بھی غرہ فاختہ

جسپر اس ماہ تمامی پوش کا سایہ پڑے
باغ مین وہ سرو ہے ہو رشک

عشق حرکان نے بھی تو کھینچا ہے دار و سر پر
یاد ابرو مین اگر ہے ز

مرغ بستانی کا اسکے سامنے دم بند ہے
نغمہ سنجی مین نکر غافل

باندھ رکھتے ہیں دل حسن کے سیر دست و پا
تنگ یا ہوں ترے نفو کی زنجیروں کے ہاتھ

تا نہ کہلا بھیجیں پیام زبانی عاشقاں
بھیجتا ہے وہ جواب نامہ بھی تیروں کے ہاتھ

دم بدم درد محبت اور بھی بڑھتا گیا
جا پڑا ہوں کن طبیبوں کی میں تیر نیم کش کے ہاتھ

خاک و خون میں دست و پا مارا کیے وہ دیر تک
دامن قاتل نہ آیا تو بھی نخچیروں کے ہاتھ

آرزو میں جب ہم آغوشی کی تیری مر گئے
گور سے باہر نکالے ان امیروں کے ہاتھ

عاشق حیران کا تیری کیا جنازہ لے گیے
پیٹنے کو دائیں اٹھے ہیں تصویروں کے ہاتھ

قتل میں بھی میری کیا مرنے تجھے منظور ہے
مجھ پہ گن گن کر لگاتا ہے جو شمشیروں کے ہاتھ

ایسا سا [illegible] وہ ای غافل بقول مصحفی
باندھ رکھے ایک تار زلف میں پیروں کے ہاتھ

[illegible] آئینہ
مجھ سے کیا ایسی ہوئی تقصیر پشت آئینہ

[illegible] لگا
پڑھ کے وہ حیران ہوا تحریر پشت آئینہ

[illegible] ی
کاٹنے لگتی ہیں تقدیریں پشت آئینہ

[illegible] ہوا
خون میرا ہو گا دامنگیر پشت آئینہ

۷۷

کلام پیرا اس قدر نہیں ہے کچھ
ہم تو سو بار کھا چکے ہیں فریب
زہر میں بھی اثر نہیں ہے کچھ
زبر و اس صفا سے دندان ہے
شت و سلک گہر نہیں ہے کچھ
پاس ناموس عشق میں کیا ہے
کس سے تشبیہ دیجیے تجھ کو
تو سا موسے کمر نہیں ہے کچھ

مزا ملے جو مری طرح اُسکو جلنے مین — تو آگ سے نہ کبھی پھر نہ کباب پھرے

جو کھے بے محرم آب رواں کو تو لب جو — عدم کو جاتی ہوے راہ سے حباب پھرے

مدد سے دل بے گزشتہ کے عجب کیا ہے — جو کوہ پار سے قاصد مرا شتاب پھرے

اُٹھے جو یار کے رخسار آتشین سے نقاب — تو حشر کو نہ ادھر روے آفتاب پھرے

شب وصال جو آہستہ چلنے کو کہیے — تو ضد سے میری فلک اور بھی شتاب پھرے

جو تیری چشم کا قاضی کو بھی اشارہ ہو — تو غسل میں وہ بجاے شیشہ شراب پھرے

وہ آئے فاتحہ پڑھنے جو بعد مدت کے — مری لحد سے یہ نکلی صدا شتاب پھرے

بدل بہار سے ہوے خزاں گلشن عمر — جو پھر بھی جا کے کبھی موسم شباب پھرے

کہین تو دفن ہے فرہاد اور کہین مجنون — نہ کوہ و دشت مین روتا ہوا سحاب پھرے

چمکو رگی کے جلاتے چراغ دریا پر — جو تجھسے دل مرا اے رشک ماہتاب پھرے

سوال سنکے مرا آپ مین ہے خاموش — یہ وہ گدا نہین جو در سے بے جواب پھرے

وہ لالہ رو پے گلگشت باغ آیا ہے — ہزار شکر کہ دن تیرے اے گلا پھرے

خیال جسکا کہ بیداری مین ہے ہمدم — اُسیکی آنکھ کو نہین صورت

صحرا مین میرے سفر کا ہے تا مین قدم
جبتک نہ آگے آگے کوئی رہنما چلے

گردن کسی ملاتی ہے انسان کی خاک مین
بہتر ہے آدمی جو ذرا سر جھکا چلے

بجلی کے تیرہی جنبش ابرو مین ہے چمک
کیا خاک اُسکے سامنے تیغ قضا چلے

کیا داد خواہی کو صراے حشر مین
قاتل کے ساتھ گرم لاشہ چلا چلے

تکتے ہین منھ ہر ایک کا محفل مین اسلیے
ہم بھی کہین کچھ اُس سے جو ذکر وفا چلے

جو رہتان ہند سے غافل تنگ ہون
مین تو ابھی چلکون جو کوئی کربلا چلے

بست و شہر گیتی مین تنہا ہے اب ستور
کہ روز روز یان جاتا رہا ہے نور آنکھون سے

اٹھاتے مین شتاب آنکھون اُن مخمور آنکھون سے
کیا ہے شرم کہ پردہ کو شاید دور آنکھون سے

کیا ہے عشق اک عالم کو کس لالہ رو نے
خداوندا بچانا مجکو اُن مخمور آنکھون سے

وہ غیرت شمع تجلی گر انھون مین
ابھی گر جا ہی ہے چراغ طور آنکھون سے

دل اور جگر کا ہے پار تیر مژگان
اٹھائے ریزہ ہاے ساغر بلور آنکھون سے

قدم ہے لگا مین شبلی و منصور آنکھون سے

بے قدر یار آنکھ مین یون سبز و باغ ہے
سولی کھڑی ہو جیسے گنہگار کے لیے

وہ بت ہے تو کہ آنکھ کی پتلی بنائیے
آنکھون کو ڈھونڈھتی ہون ترے زنار کے لیے

دیکھا ہو جیسے حلقۂ عشاق تیرے گرد
جلتی ہے شمع گرمی بازار کے لیے

جیسے تکلف من تو درمیان نہین
میرے لیے ہے یار تو مین یار کے لیے

رو سے صبا یہ کب در گلزار بند ہے
راہین کھلی ہوئی ہین طلبگار کے لیے

دیوانہ پیرہن نکرے چاک کیا کرے
کچھ مشغلہ ضرور ہے بیکار کے لیے

یارب ہماری آنکھ کا پردہ بلند ہو
درکار ہے نقاب بسنے یار کے لیے

مرتا ہون مین تو حلقۂ گیسو کے رشک سے
بوسے ہزار ہاتھ ہی رخسار کے لیے

اللہ رے جذبۂ عشق کہ باد صبا کے ساتھ
گل اڑ کے آئے مرغ گرفتار کے لیے

مجنون نہین کون ہے لیلی کا قدر دان
مطلوب ہے جہان طلبگار کے لیے

خلوت سرائے خاص مین غافل کا ہے گذر
پر دہ نہین ہے محرم اسرار کے لیے

وہ جوش نوجوانی اب کہان ہے
نہ وہ نالہ نہ وہ شو

شب جدائی کا مجھکو کھٹکا ز بسکہ روز وصال بھی ہے

اگر ہے رنگ فشاط منہ پر تو دل مین کچھ کچھ ملال بھی ہے

ہوئے ہین جون خار شانہ لاغر بدن مین کچھ اپنے حال بھی ہے

وہ گل تو زلفین بنا رہا ہے اُسے ہمارا خیال بھی ہے

ثبات کار جہان ہو کیونکر زمانے کا ایک حال بھی ہے

عروج ہے تو نزول بھی ہے کمال ہے تو زوال بھی ہے

یقین یہ ہے کہ آجکی شب فلک نہ چھوڑیگا مجھکو جیتا

جو کہکشان ہے سنان سنبھالے تو تیغ ہر کف ہلال بھی ہے

نہ پوچھ جوکہن پہ گذری سُنا ہی ہوگا حال اُسکا

یہ سچ کہا ہے کہ عشق بازی نہین ہے آسان محال بھی ہے

کہ مر گیا ہے خیال تیرا کہان ہے اے شاخ یاسمن تو

جھکے ہے وہ جو ہی نازکی کر جبین مین وہ تو نہال بھی ہے

اسکا نشست ہے بھی جو آپکو جانے خوبصورت

ہے کون سی جبکی ضد نہین ہے جہان مین تو

ہے ہلال بھی ہے

تم جدائی نہ رکھا تو اے دل فراق ہے تو

وصال بھی ہے

جو ٹیکا صندل کا ہے جبین پر تو اس

ابرو کے خال بھی ہے

سپہر فرقی پہ ماہ بھی ہے سہیل بھی ہے

ہلال بھی ہے

شاہ کو اس پہ رجعت سے کیا دون مختار

یہ بھی ہے اس مین ہلال اسمین نام کو بھی نہ

خدا ہی جانے کہ کس نے کیا تھا

گدائے ناچیز ہین ہمارا خیال آتا ہے کب کسیکو
جو کسبہ جاہ و جلال ہے تو غرور حسن و جمال بھی ہے

نہ خواب و خور کا ہے دھیان مجکو نہ تن بدن کی ہے ہوش ناصح
خیال جانان مین محو ہون مین مجھے مجھ اپنا خیال بھی ہے

فتادگی سے غبار رہ کو ملی ہے اوج ہوا پہ جا گہہ
جو آپ کو جانے سب سے ناقص ہر ابر اسکے کمال بھی ہے

پھنسے ہین کتنے ہی طائر دل تمھارے گیسو کے پیچ مین مین
غرض کہ ثابت ہوا یہ مجکو قبا بھی ہے اور جال بھی ہے

مثال خورشید اسکے منہہ پر نظر ٹھہرتی نہین ہرگز اصلا
لڑا سکے اُس سے آنکھ کوئی کسیکی اتنی مجال بھی ہے

برنگ ماہی کسی نے مجکو کیا تھا چور نگ کیا عدم مین
جو زخم شمشیر ہے بدن پر تو خلق میرا حلا بھی ہے

گدائے نظارہ باز ہون مین جو پاس رکھتا ہے دولت حسن

اس تماشا دہر میں ہر دم مقام فکر ہے
کوئی بیٹھا ہے کوئی پا در رکاب استادہ ہے

اسکی رعب حسن سے گل کا پرا ہو جائے رنگ
مثل آب آئینہ دریا کا اب استادہ ہے

بیٹھنے کا حکم کب ہے محفل خوبان کے بیچ
دست بستہ سامنے ہر شیخ و شاب استادہ ہے

آفتاب صبح جسپر روز ہوتا ہے فدا
کیا یہ اسکا خیمۂ زرین طناب استادہ ہے

گر نہ اسکے سامنے گردن جھکا دوں کیا کروں
قتل پر میرے وہ سرگرم عتاب استادہ ہے

یہ وہی غافل ہے جو تھا کل تلک مسند نشین
آج گو اس در پہ با حال خراب استادہ ہے

نگاہ یار ہے آج بے تقصیر پھرتی ہے
کسیکی کچھ نہیں چلتی ہے جب تقدیر پھرتی ہے

مرقع ہے مری آنکھوں میں کیا یاران رفتہ کا
جو نظر دوڑاؤں ہر اک کی تصویر پھرتی ہے

ترا دیوانہ جیسے اڑ گیا صحرا ہے دشت ہے
بگولے کیطرح سر ڈھونڈھتی زنجیر پھرتی ہے

تری تلوار کا منھ دیکھتے ہیں دیکھ جائے
ہماری آنکھ کب قاتل تہ شمشیر پھرتی ہے

بھروسا کیا ہے اسکے گوش و دہان پر
کہ مدت سے ہماری خاک دامنگیر پھرتی ہے

زبان پر اپنی ابتک لذت تقریر ہے
زبان پر اپنی ابتک لذت تقریر پھرتی ہے

۸۳

گر حلقۂ تسبیح میں گردن ہو کسی کی | وابستہ ہے تو رشتۂ زنار سے کوئی

تنہا نہ ہمیں اسمیں گئے جان سے غافل
جا بر نہ ہوا عشق کے آزار سے کوئی

چمن کو جہ جاناں سے یہ کیا آتی ہے | ناز کرتی ہوئی جو باد صبا آتی ہے
ایک وہ بت نہیں آتا ہو مرے مرقد پر | گو زیارت کے لیے خلق خدا آتی ہے
لیکے پیغام زبانی جو چلا ہو قاصد | بات بگڑی ہوئی کیا اسکو بنا آتی ہے
عشق نے عالم پیری میں ستایا ہو مجھے | نالہ کرتے ہوئے اس منھ سے حیا آتی ہے
کسکے میں دست نگاریں کا ہوں نحمی یارب | ہر گل نخم سے جو بوئے حنا آتی ہے
جی میں آتا ہو یہ اسیا سے میں پھر جوں جاکر | مرض عشق کی بھی تجکو دوا آتی ہے
صبح کس طرح سے ہو گی شب ہجر فراق | نہ تو نیند آتی ہے مجکو نہ قضا آتی ہے
کس طرح قافلۂ ملک عدم کو ڈھونڈھیں | نقش پا ملتے ہیں نے بانگ درا آتی ہے
چھوڑ جاتا ہو وہ جب گھر میں اکیلا مجکو | در و دیوار سے رونے کی صدا آتی ہے
یاد گیسو میں الجھتا ہو شمام سے دل | رات کیا آتی ہو اک سر

دیوان غافل

گفتگو زلف کی اُسکی جو کبھی آتی ہے
بات کرنے مین بیان میری اُلجھ جاتی ہے

پیچ سے گر تری کاکل کے نکلتا ہے کوئی
زلف پھر دام مین اپنے اُسے اُلجھاتی ہے

پوچھتے کیا ہو تم اس خاک کے پتلے کا ثبات
جیسے تصویر گلی بنکے بگڑ جاتی ہے

بحث نالے کی کیا کرتا ہے مجنون اپنے
اپنی دیوانے کو لیلی نہین سمجھاتی ہے

کسکے مجموعۂ خاطر کو کرے گی برہم
آپکے بالونکو تیرے کنگھی جو سلجھاتی ہے

ناقبولی سے ہوئی دو دن مین پس مرگ
میرے مردے کو تو مٹی بھی نہین کھاتی ہے

بیستون کاٹکے فرہاد نے یہ دل سے کہا
اور کیا دیکھیے شیرین مجھے فرماتی ہے

مین وہ سبکش ہون کہ گلزار مین جسکی خاطر
اُڑکے میخانے سے ہر شب بطِ مے آتی ہے

کون فریاد اسیران جفا سنتا ہے
ہم بھی غل کرتے ہین زنجیر بھی چلاتی ہے

عرش پر دازہ نہین تھے ہم بھی کبھی اے غافل
اب تو ہے بال و پری ٹھوکرین کھلواتی ہے

ہچکی جو وقت نہ آتی ہے
مرتے بن آتی ہے اور کچھ نہین بن آتی ہے

ہچکی کی گرگراتی ہے
ناز کرتی ہوئی جو باد صبا آتی ہے

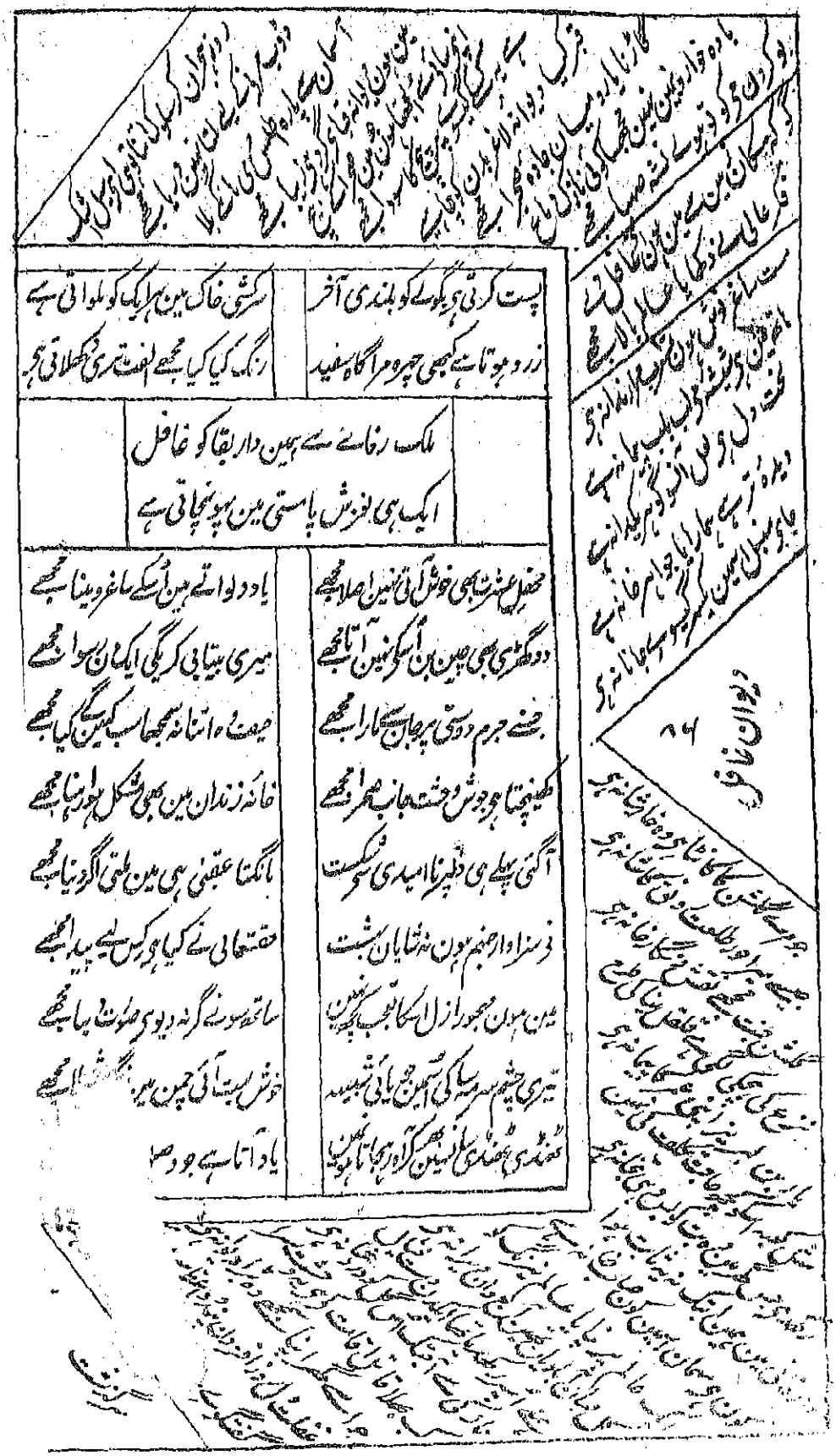

سرگذشت سوز ہجراں کا نہ پوچھو ماجرا — جسکو سنکر کان جلجائین یہ وہ افسانہ ہی

آمد آمد ہے الٰہی آج کس مہوش کی — مثل چشم منتظر جو دار میخانہ ہی

وہ بگڑ بیٹھے ہین جیسے اپنی ہی جان پر — ہم یہان مرتے ہین اور ان کی زمستوقانہ ہی

دست و پا کا خون مین بھرنا ہی وضو عاشقان — کٹکے سر گرنا زمین پر سجدۂ شکرانہ ہی

نعمت خوان سلیمان کی نہین مجکو ہوس — مور قانع کی طمع خرمن مجھے یکدانہ ہی

جلد کر جاتے ہین عاشق بہر مستی ہی عبث — شمع روشن بادبان کشتی پروانہ ہی

موج زن دریا ہی جسقدر خمخانہ مین — صوت گرداب اسکی گردش مین جرس کا چہانہ ہی

دور کرتا ہی جو خط سبز کو عارض سے تو — کیا ریاض حسن مین سبزہ بیگانہ ہی

داؤن اے غافل سمجھکر رکھ قمار عشق مین
جان کی بازی ہی یان کیا بازی طفلانہ ہی

درد کو کہتے ہین خوش ہو جا کہ دوا کیلئے — آنکھ سی آنکھ نہ گیسو ہین تو گیسو سے

دوا — ہے جدائی کا نہ کر ذکر تو فرہاد سے — ہاتھ آتی نہین جو چیز گئی قابو سے

یا الٰہی فتنہ — آگ کا شعلہ نکلتا ہی بن ہر مو سے

ہمخانگی یار کا حاصل تب مزا
جب رقیبان بھی شریک کی دیوار ٹوٹ جائے

کنج قفس میں آج پھڑکتا ہے بے طرح
بازو ترا نہ مرغ گرفتار ٹوٹ جائے

وہ بے نصیب کشتنی نیم تبے ہوں میں
باری مری جو آئے تو تلوار ٹوٹ جائے

لیکر بغل میں شیشہ مے کو چلا ہے شیخ
کیا سیر ہو اگر سر بازار ٹوٹ جائے

گاہک کمی ہیں آئینہ دل کے اندر ان
جھگڑا چکے جو پیش خریدار ٹوٹ جائے

کیوں سیب دل عزیز رکھوں چشم یار سے
ڈر ہے یہی نہ خاطر بیمار ٹوٹ جائے

اسلام کا ثبوت ہے اے شیخ کفر سے
تسبیح ٹوٹ جائے جو زنار ٹوٹ جائے

تڑپے نہ وقت ذبح یہ ہم جی میں سوچکر
ایسا نہو کہ خنجر خونخوار ٹوٹ جائے

چمکیں ہیں یوں میں پرہ دانہائے اشک
جسطرح موتیوں کا کہیں ہار ٹوٹ جائے

ہم وہ ہیں بے ثبات کہ گل سے ہماری طرف
سو بار گر بنائیں تو سو بار ٹوٹ جائے

بسمل کی طرح تڑپے ہے دل کیا عجب اگر
تار رفوئے سینۂ افگار ٹوٹ جائے

توڑو نگاہ میں شیشۂ الفت کو زینہار
تیری طرف سے ٹوٹے تو ٹوٹا ٹوٹ جائے

لکھوں شکستہ پائی کا اپنے جو ماجرا
پائے قلم وہیں دم

پھر گئی آپکے لیلیٰ اسے مجنون
کتنی برگشتہ تیری قسمت ہے

کوہکن آپ کو ہلاک نہ کر
مار پہ دیر کو جو عبرت ہے

آب و دانے کی فکر میں شب و روز
اسپیاز زیر گرد کلفت ہے

جھک کے چاہا ایمان کمینوں سے
یہ بھی اک تمغہ شرافت ہے

سچ کہا ہے کسی نے اے غافل
تندرستی ہزار نعمت ہے

چھٹ پنے ہی میں یار آفت ہے
کچھ بڑھا قد تو پھر قیامت ہے

ایک دل چھپ لاکھ آفت ہے
درد ہے داغ ہے جراحت ہے

کر نہ غفلت میں تو بسر اسکو
ایک دو دم کی یہ جو مہلت ہے

مرگ پر کیا کسی کے رو ئیں ہم
دل کے ماتم سے کس کو فرصت ہے

ناز و انداز پہ پری میں کہاں
ہمنے مانا وہ خوبصورت ہے

پڑ گئی ہم پہ نشان نگاہ
گل میں کب اسقدر نزاکت ہے

جا دلا لیں سے
کر لو رخصت کہ وقت رخصت ہے

روز حسرت ہے شب مصیبت ہے
نعمت خوان عشق کیا پرگلے

شکر کرنا یہاں شکایت ہے
ہو فلک پر نہ کیوں دماغ اسکا

ماہ سا ہے مسہ طلعت
دم غنیمت ہے زلیت ای غافل

آنکھ تب قیامت ہے

ہیں وہ ہوں گنہگار نہ چھوڑے مجھے قاضی
جب تک نہ لہو دُرّۂ تعزیر سے ٹپکے

زخمی ترا مرجائے اگر پاؤں کے مارے
اک قطرہ نہ آب دمِ شمشیر سے ٹپکے

پڑ جائے اگر حسن جوانی کا ترے عکس
اغلب ہے کہ جوبن تری تصویر سے ٹپکے

دن رات جو رہتا ہے کرم ابرِ بلا کا
جس گھر میں ہوں وہ مری تقدیر سے ٹپکے

جب کھیتی ہیں سب کو ہم یاد دفتر میں
کہتے ہیں یہ میوہ کسی تدبیر سے ٹپکے

کیا کیا نہ اسیری میں ہوا حال ہمارا
آنسو نہ کبھی دیدۂ زنجیر سے ٹپکے

میں وہ ہوں وفادار اگر ذبح کرے تو
جم جائے لہو اور نہ شمشیر سے ٹپکے

لکھا ہے تمنائے شہادت میں اسے خط
خوں کیوں نہ مری نامے کی تحریر سے ٹپکے

ہم وصف کیا کرتے ہیں شیریں دہنوں کا
رس کیوں نہ ہمارے لبِ تقریر سے ٹپکے

لکھتا ہوں صفت پنجۂ رنگین کی جب کیا
گر رنگ حنا خانۂ تحریر سے ٹپکے

بے یار وہ برسات میں پیکاں سے نہیں کم
پانی کی کوئی بوند جو تیر سے ٹپکے

غافل کی یہ طاقت ہے کہ آنکھ اس سے ملائے
جب زہر نگاہ بت بے پیر سے ٹپکے

چشمۂ کوسار ہی روتے نہیں ہیں آج تک — داغ ہی لالے کے بھی تو لیں غم فرہاد سے

رخصت پرواز تا بام قفس ہمکو ندی — مرتے مرتے جی میں یہ شکوہ رہا صیاد سے

طائر رنگ حنا کی طرح میں ہوں وہ اسیر — خلصی ممکن نہیں جسکی کف صیاد سے

گھات میں بسکی لگا رہتا ہی صیاد اجل — طائر جان بچ نہیں سکتی کسی صیاد سے

موج زن دیکھے خضر آب تیغ یار کو — ہاتھ دھو بیٹھے بقا سے عمر بے بنیاد سے

اُسنے کھینچی تھی یہ کسکی تیغ پر خوں کی شبیہہ — خون ٹپکتا ہی جو اب تک خامۂ بہزاد سے

خاک تو اڑ جائیگی اور دم ہوا ہو جائے گا
آدمی غافل ہی کیوں اس جسم خاکی باد سے

کیا لگی ہے آگ میرے نالۂ فریاد سے — جو دھواں سا اٹھ رہا ہی خانۂ صیاد سے

چاہیے نالاں نہو نا یار کی بیداد سے — ہر ستم پر آفریں نکلے لب فریاد سے

عشق ہوتا گر اُسے تیرے قفس آزاد سے — ٹٹتے پاتا کب الف پیشانی آزاد سے

خاک ہو جاتا ہی ہر اک آشیان — گر ٹپکے آنسو چمن میں دیدۂ صیاد سے

رنگ اڑ سکتا نہو جب دہشت صیاد سے

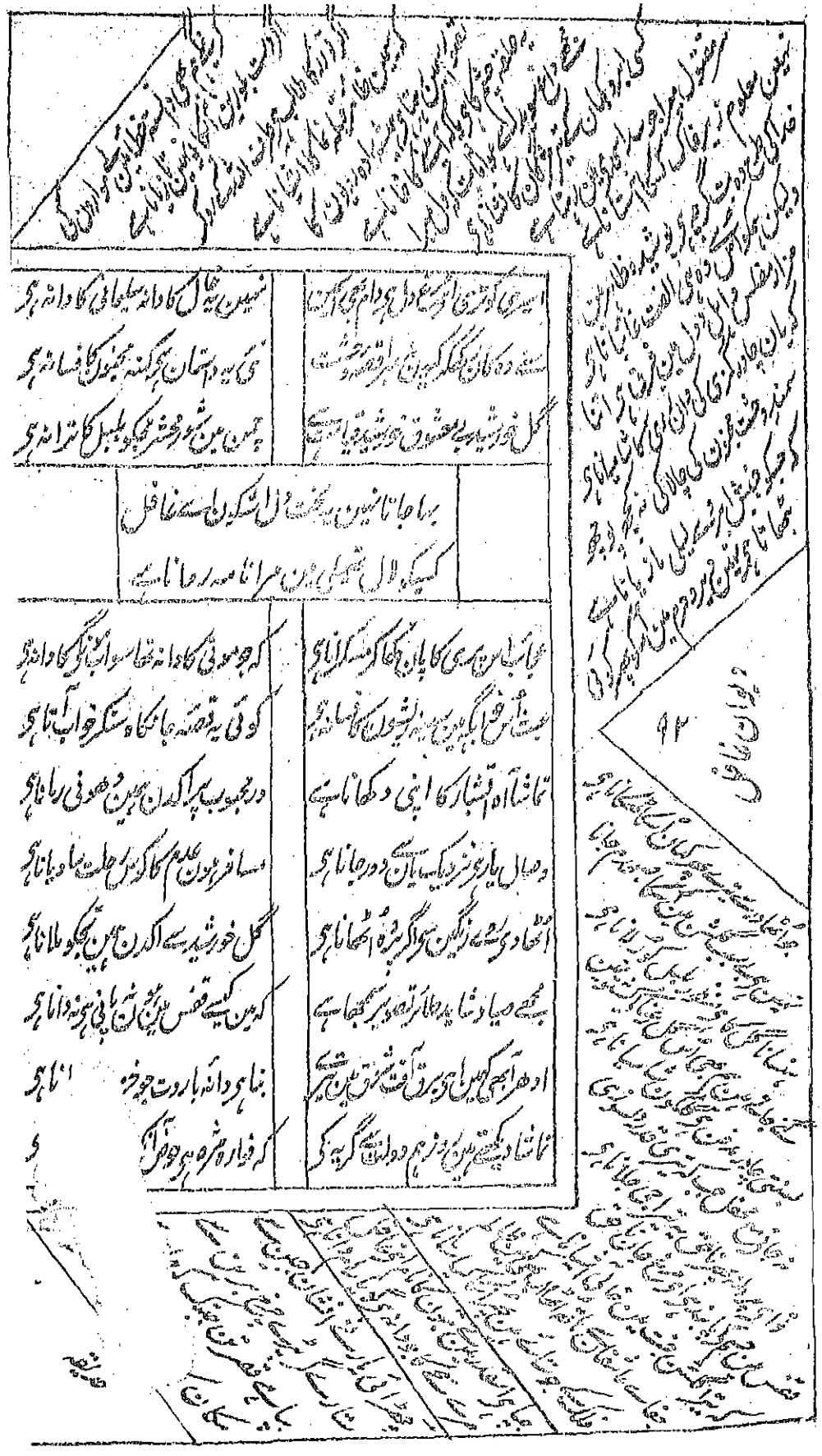

حدیقہ ہے اگر وہ روے خنداں
تو آنکھیں کم نہیں عین الیقیں سے

رگ جاں سے بھی جو نزدیک تر ہو
اُسے کیا دیکھے کوئی دوربیں سے

گریباں میں رکھا رضواں نے لیکر
گرا جو پھول اُسکی آستیں سے

رکھیں اُسپر جو تیرا کوہ تمکیں
نہ اُٹھے پھر زمیں گاؤ زمیں سے

ترے دل سوختہ ہیں دفن جس جا
نہیں اُگتا ہو سبزہ اُس زمیں سے

فلک کیا پاس رکھتا ہو جو مانگیں
ملا بھی ہے خزانہ تو زمیں سے

رخ روشن پہ یہ زلفیں نہیں ہیں
دھواں اُٹھتا ہو بجز آتشیں سے

ستارے گم ہوے خورشید نکلا
عرق جب یار نے پوچھا زمیں سے

چمن میں کسنے پردہ رخ سے اٹھا
جو سارے گل ہیں غافل یاسمیں سے

عرق ٹپکا جبان اُسکی جبیں سے
ہوا الماس پیدا اُس زمیں سے

شب فرقت مری آہ حزیں سے
حیا کا پردہ روے شرمگیں سے

تب اُٹھا یا پیر سن اُس قاتل بے پیر نے
جب کیا قصد گریبان چون و اُلجھا گیر نے

کیون ترا دیوانہ زنداں سے قدم باہر کھے
جا اُسی آنکھ نمیں دی ہی حلقۂ زنجیر نے

آہ سے میری صدر لازم ہی اے آہن دلو
مار رکھا تھا ہی فولادی سپر اس تیر نے

ہاتھ سوتا ہی کہ ہم پہنچے نظر آتے نہیں
بیطرح تاکا ہی چشم جوہر شمشیر نے

وائے حسرت رہ گیا اک تیر کھا کر دیدے
صورت صیاد بھی دیکھی نہ اس نخچیر نے

آتش حسرت مین کیا کیا رات پروانے چلے
جب زبان شمع کو منھ مین لیا گلگیر نے

تیری آنے کی شب ہجران مین کچھ حاجت نہین
مار ڈالا اے اجل ہمکو تری تاخیر نے

ایک جا نقشہ جو کھینچا عاشق و معشوق کا
لے لیا آغوش مین تصویر کو تصویر نے

ہی دہان غنچہ غفلت پہ تیری خندہ زن
بے بقا سمجھا ہی اے مغرور تجھ تعمیر نے

بات کر سکتا ہی تجھسے کون اے جاں دو بیان
کر دیا ہی بند عیسیٰ کو تری تقریر نے

جب تلک کھینچی رہی تیغ دو زرین قبا
ذبح کر ڈالا سنجان سرخ کی تحریر نے

گور مین بھی جاہ آسایش نہ ای غافل ملی
اسقدر رکھا مین رکھا گردش تقدیر نے

وہ تو کہتا تھا اناالحق اور انا معشوق ہم
عہد میں اپنے تو ہم سا کم نہیں منصور سے

آفتاب حشر میں اُنسے نہ بیٹھا جائے گا
بادہ کش خوگر ہیں ایسے مایۂ انگور سے

مر گئے پر بھی ہے یہ شوق ہم آغوشی ہمیں
وصل کی لذت اُٹھاتے ہیں فشار گور سے

ناز معشوقی اُسے کہتے ہیں عاشق کے لیے
اب تک آئی ہے یہ آن تیرانی طور سے

آگ شاید خانۂ دل کو لگا دی آہ نے
جو نکلتا ہے دھواں ہر روزن ہر در سے

یاد میں چشم خمار بن کی تری جو مست ہیں
خلد میں بھی نہ لیں گے وہ دست حور سے

گول بازو ہیں اگر اُس بت کے سانچے میں ڈھلے
ساعد سیمیں بھی ہیں شیشے ہری بلور سے

گو میں کشتہ غم ہوں پر زیر زمیں جیتے ہیں
مر چکے سا جاتی ہے اکثر سانس مہور سے

بعد مردن دفن کر زنگستان میں تجھے
عشق ہے خاکہ کسی کے نرگس مخمور سے

کہتے ہیں نیش ملامت ہنسنے تیری عشق میں
کم نہیں سینہ ہمارا خانۂ زنبور سے

حال ناواقف ان غافل ہمیں سے لوگ ہیں
یہ نہیں وہ بار جو اُٹھے ہر اک مزدور سے

باقی اُس کی ہے یہ شعلہ مجمر سے جو گذرے سر مخمور سے

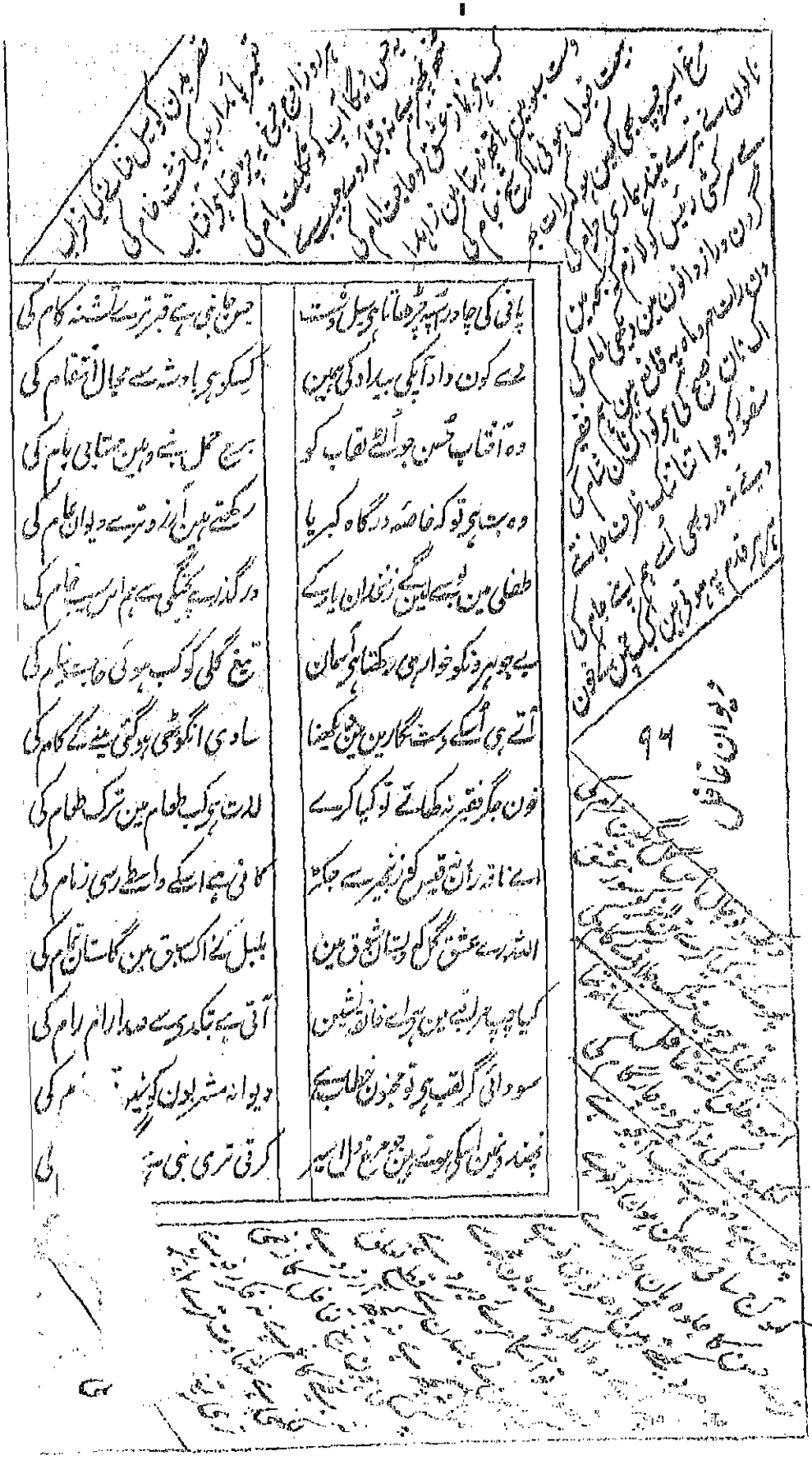

ملی ہے مری خاک ریگ رواں مین
موے پر بھی مجکو تری جستجو ہے

ہم اپنی ہین نازک مزاجی سے شاکی
گلہ کریے کیونکر کہ وہ تند خو ہے

لگایا تمہا کیون ہاتھ دامن کو اُسکے
اسی شرم سے عیب مین سرخرو ہے

موے پر بھی منھہ اُس گلی سے نہ موڑا
تنِ خاک مرد امرا قبلہ رو ہے

تری یاد مین مست رہتا ہے غافل
نہ مطرب نہ ساقی نہ جام و سبو ہے

وہ ظالم جب کوئی تازہ ستم ایجاد کرتا ہے
تو اپنے عاشقون مین پہلے مجھکو یاد کرتا ہے

سفر ہے دل لگانے کی جو وہ بیداد کرتا ہے
گنہگارون پر اوپر رحم کب جلاد کرتا ہے

مین جو وا ماندہ ہون ہر ایک جسکو یاد کرتا ہے
جرس کی طرح سارا قافلہ فریاد کرتا ہے

میان عاشق و معشوق یکرنگی ہے اے گلچین
نہین گل توڑتا بلبل پہ تو بیداد کرتا ہے

بنا کر نقش شیرین کو کہون مجنہ کہتا تھا
ہمارا تیشہ کار خانہ بہزاد کرتا ہے

ہمارا [illegible] اسیرون کو رہا کیگا
ہمارے خون سے جو رنگین قفس صیاد کرتا ہے

کہون ہمکو ستم ہائے
ہر اک وقت مصیبت مین خدا کو یاد کرتا ہے

اسنے ہنس ہنس کے ہمیں بال دیا اے غالب
ہمنے ہر چند کہا حال پریشان رو کے

تن پر جو گل ہے اسکو بھی بدھی پڑی ہے
کس رشک گلعذار میں یہ پھولنی چھڑی ہے

حوصلے محبت کی وہ منزل یہ کڑی ہے
دشت ہے یہاں خضر کو بھی جی کی پڑی ہے

ہر پیرہ شبک ہے جو بادام کے مانند
کسکی صف مژگان ہے تری آنکھ لڑی ہے

کیا کہیے جدائی کا شب وصل میں قصہ
یہ رات تو چھوٹی ہے کہانی وہ بڑی ہے

تصویر خیالی کو اگر عشق ہے جیسے
جب دیکھیے تب سامنے آنکھوں کے کھڑی ہے

کیا سنبل ریحان کو خط زلف سے نسبت
وہ اگنے ہی بوٹی تو عجائب پہ جڑی ہے

فریاد کی آتی ہے صدا سینہ سے ہر دم
میرا دل نالاں ہے کہ انگریزی گھڑی ہے

تھا ذکر ابھی تیرا کہ اتنے میں تو آیا
او قاصد مشوق تری عمر بڑی ہے

بو خون کی جو آتی ہے مجھے تیری گلی سے
کیا آج وہاں تازہ کوئی لاش گڑی ہے

تنہا نہ ہمیں بیٹھے ہیں اے بت ترے در پر
اک خلق خدا ہے کہ وہ شتا[illegible] ہے

مہمان دم چند ہوں اب میرے نہ کر تو
آجلد کہ سینے میں[illegible] ہے

ابتدا ہی میں دکھائی عشق نے کیا انتہا
دل کو لگتے ہی جو منہ پر مردنی سی چھا گئی

جل نہ جائے سبزۂ تربت ہمارا کس طرح
جو گھٹا آئی وہ انگارہ نکا منہ پر سا گئی

تیشہ مارا سر پہ جب فرہاد نے نکلی صدا
جان کا کچھ غم نہیں محنت یہ سب بھا گئی

آپ تو جا کر ملی ہے عرش پر واں زمیں روح
اور مجھ کو گھاس تن کے دام میں الجھا گئی

کون دریائے محبت سے اتر سکتا ہے پار
کشتیِ نہ رہا آخر کو سے ٹکرا گئی

کیونکہ دو اسد کی قوتِ ہو دل پژمردہ کو
وہ کلی گل کی کہیں کھلتی ہی جو کملا گئی

شمع سے دنیا ہے نسبت تو جو رو یار کو
کیا تری آنکھ نہیں اے پروانہ چربی چھا گئی

عاشق کامل ہے غافل تجھ سا ہرجائی نہیں
پھر نہیں پھرتی جدھر اسکی طبیعت آگئی

گو لگی رہتی ہے اور ہچکی ہے آنکھ پھڑکائی ہوئی
تم جیاں آؤ تو پھر جائے قضا آئی ہوئی

[illegible]
آج دلمیں ہے یہی تجویز ٹھہرائی ہوئی

[illegible]
یہ رقیبوں کی ہے شاید آگ بھڑکائی ہوئی

[illegible]
کھود کر پھینکو اندھیرے وہ لاش گڑوائی ہوئی

99

کم فرصتیِ عمر پہ روتی ہے جو شبنم
دیکھی نہیں کیا اُسنے کہیں بود و شرر کی

آتش کا جلا ہوتا ہے آتش ہی میں اچھا
جز داغ دوا اور نہیں داغ جگر کی

دامن کا بھلا بوجھ کہاں یار سے سنبھلا
اُٹھتی نہیں اُس سے تو نزاکت ہے کمر کی

ہیں ہوں سیہ بخت کہ مرقد پہ بھی جسکے
بتی عوض شمع جلاتے ہیں اگر کی

باشندوں سے کوچے کے ترے ہے یہی شکوہ
ہم روتے رہے تجکو کسی نے نہ خبر کی

وہ گرم روِ وادیِ الفت ہوں کہ جسنے
جھاڑی نہیں چہرے سے کبھی گرد سفر کی

گدرے ہے جو سرخی پہ ترے لب کی تصور
خطل میں بھی لذت مجھے ملتی ہے شکر کی

تجھے چاہ ہزاروں ہی مرے دل میں تو تھا قاتل
پر وہ جو اُٹھا پھر نہ رہی تاب نظر کی

غازے سے فروزاں رخ پیر نور نہ جائے
ڈرتا ہوں دمِ پیری سے تو کہیں طور نہ جائے

غلطانیِ گوہر سے کھلا بھید یہ ہم پر
آغوش سے مادر کے کوئی دور نہ جائے

اپنی تو تجھے قتل کا کچھ ڈر نہیں لیکن
ظالم تو کہیں خلق میں بدنام نہ جائے

جائے شد و آمد نہ رہی سینے میں دم کی
دل بھی غم دو عالم سے بے

عبث تو ہمسے وحشت اہل دل کرتا ہے وہ مجنوں
کہ ہم بھی تو ہیں دیوانے کسی لیلیٰ شمائل کے

فنائے ہستی وہمی کا ناحق غم ہوا ے غافل
خوشی ہو آدمی مٹنے سے اپنے نقش باطل کے

جبکے دلپر ہوں لگے ناوک ہر گاں کتنے
قتل کرتے ہو تمسے تم بھی ہو ناداں کتنے

یاد میں اُس گل عارض کے اگر روئیں ہم
دانۂ اشک سے پیدا ہوں گلستاں کتنے

پشت پا توڑ کے نکلا جو پھپھولا تلوؤں میں
تیز اس دشت کے ہیں خار مغیلاں کتنے

شور زندان میں ہر فی خانۂ زنجیر میں غل
اک مرے مرتے ہی گھر ہو گئے ویراں کتنے

چشم تر کام مری کیوں بسا تھ نہیں دیتا ہے
ابر کے پاس تو ہیں دیدۂ گریاں کتنے

شوق ہے جامہ دری کا جنھیں غنچے کی طرح
رکھتے ہیں پیرہن گریباں وہ گریباں کتنے

آہن تیغ کو گلوا کے مرے قاتل نے
آج صدا دسی بنوائے ہیں پیکاں کتنے

آگے دو چار کو کرتا تھا وہ زخمی پر آب
ہدف تیر بلا ہو دیں گے انساں کتنے

اُس دشت میں ہے بھیجا ہوں جذر
جسکے ہر جادہ میں نہیں بیاباں کتنے

ایک
دل کے دل میں ہے حسرت ارمان کتنے

امید بر آئی میری

غزل ۱۰۱

کرشمہ جاتی ہے دو میں شان وحدت تا دا دنکی
تماشائے ہیں کام کیا ہی ہمکو اے غافل
کہ پھاتی ظرف گلشن ہی سے دلفگاروں کی
نگاہ تو کہ نہ کبھی کہ ہیں نہ جنت ملتی
بچھونک دیتا ہی اسکے گنہ کو سوختہ
کسی تصور اسکے کی ہو ہی صورت ملتی
دلکش چوپتی کو یہ کہتا ہوں میں
اس سے بھی یاری کی ہم ہی ثبات ملتی
ایک بخشین بھی ترے آستانہ جبان کی
کی ملاقات ملتی

اے اجل دیدِ رخِ یار تو کر لینے ہم
کوئی دم کی جو ہمیں اور بھی مہلت ملتی

رہبری جادۂ تسلیم کی نہ کی اے غافل
ورنہ مجھکو کمرِ یار بدقت ملتی

جھمک اسکے رخِ پرنور کی دیکھیں اگر تارے
نظارہ کرنے کو نکلیں بھی چرخ پر تارے

زمیں کو بھی فلک سے ہمسر یکجا آج دعوی ہے
گرے ہیں اسکے کفشِ دلستاں سے اسقدر تارے

نقابِ اشکِ لالہ رو نے گر نہیں بالائے بام اٹھا
فلک پر آج کیوں بیتاب ہیں مثلِ شرر تارے

ہماری طرح یہ بھی کیا تری صحبت پہ عاشق ہیں
جدھر تو کروٹیں لیتا ہے بھرتے ہیں ادھر تارے

چمک افشاں کی اس نو جیبنے آگی کیا ہوئے
شبِ مہتاب میں بے نور آتے ہیں نظر تارے

شبِ فرقت میں اے مہ کسکو تجھ بن نیند آتی ہے
گنا کرتے ہیں بستر پر پڑے ہم رات بھر تارے

مسی آلودہ لب میں جھپ سکیں کیونکر تری دندان
چمکتے ہیں شبِ تاریک ہی میں بیشتر تارے

ترے آگے فروغِ حسن کیا ہے اور خوبان کو
کہ بے رونق دکھائی دیتے ہیں مثلِ قمر تارے

مرے داغِ بدن چمکیں کیوں پیری میں اے غافل
کہ اکثر جھلملانے لگتے ہیں وقتِ سحر تارے

وعدۂ وصل مرے ساتھ نہیں ہے تو نہو — لطف سو طرح کے پیارے ترے انکار میں ہے

دل شکستہ سے بھی غافل نہ گئی شورشِ عشق
وہی آواز مری چینیِ سو دار میں ہے

جسکے نگاہ کی مرے دل پر سنان لگی — پوچھا نہ یہ پھر اُسنے کہ تیرے کمان لگی

آواز تیری دل پہ جو مثلِ سنان لگی — اک پل بھی آنکھ شب کو نہ اے پاسبان لگی

داغ فراق گل میں جلے ہم قفس کے بیچ — تم کو نہ آگ خار و خس آشیان لگی

مانند خار ہے جو کرتا ہے کاد شین — تجھکو بھی کیا چمن کی ہوا باغبان لگی

پہونچی فغان قیس جو لیلیٰ کے کان میں — پھر پھر کے دیکھی وہ پسِ کارواں لگی

اتنا بہارِ حسن پہ مغرور تو نہو — ہر گل کے نیچے رہتی ہے ظالم خزاں لگی

مارا کسی نے گر گلِ بازی میں تجھے — بالله چوٹ اُسکی مرے دل پہ یاں لگی

حال تباہ دیکھ مرا پوچھتے ہیں لوگ — سچ کہہ کہ تجھکو کس کی نظر اے جواں لگی

کرتا ہے کہہ بدل کے شبِ فراق — تا دے سے ایکدم بھی نہ میری زباں لگی

وصف خدنگ آہ سے کیجے کہاں تلک — خنجر لگا کسی کے کسی کے سنان لگی

ضعیفی مین ہر اک ادا ہی بنکے لگتی ہے | عجب کیا ہو اگر ہووے کلام پیرِ معنی

الف کی شکل ہے غافل نگاہِ راست بینان مین
کمان کش کا مرے ہر گز نہ سمجھو تیر بے معنی

اب پس قافلہ جرسِ شور و فغان کیا کیجے | پاؤن اٹھتے نہین اے ہمسفران کیا کیجے
قصۂ گیسوئے پیچ بیان کیا کیجے | ہر سر حرف الجھتی ہے زبان کیا کیجے
کوہ پر تیشۂ فرہاد سے آتی ہے صدا | دب گئے ہاتھ تہ سنگ گران کیا کیجے
یار دامن سے نہ جب آنکھ کے پونچھے آنسو | شمع کی طرح سے پھر اشک رواں کیا کیجے
آخر کار تو مٹ جائینگے مانند حباب | ایک دم کے لیے تعمیر مکان کیا کیجے
ایک چادر کے سوا کام نہ کچھ آئیگا | خلق مین جمع یہ اسباب جہان کیا کیجے
ہمنے چاہا تھا کہ کچھ حال دل اس سے کہیے | نہ کھلا وصل کی سب قفل زبان کیا کیجے
کو بکو اسنے جوانی مین کیا ہے رسوا | عشق کو عالم پیری مین نہان کیا کیجے
جسکی صورت سے نہو حور و پری کو نسبت | عقل حیران ہے کہ پھر اسپہ گمان کیا کیجے
دم گفتار چلا آتا ہے رونا غافل | ماجرا عمر گذشتہ کا کہا کیجے

محو خوردہ ہو وہ نرگس شہلا نظر آئے
تو صبح گلستان کا تماشا نظر آئے

میں اُس سے مزا برش شمشیر کا پوچھوں
بسمل جو ترا کوئی سسکتا نظر آئے

پیراہن آبی میں چمکتا ہو وہ تن یوں
جسطرح سے گوہر تہ دریا نظر آئے

دیکھا تجھے اک بار بھی جسنے وہ کہے ہو
یارب مجھے اب منھ نہ کسیکا نظر آئے

موقوف نہیں طور ہی پر جلوہ معشوق
ہم دیکھنے والے ہیں جو جا نظر آئے

اُٹھ جاے جو غفلت کا در چشم سے پردا
اس آئینہ دل ہی میں کیا کیا نظر آئے

طالب ہو نہیں اس جنس کا بازار جہا نمیں
کوئی بھی خریدار نہ جسکا نظر آئے

ہم بے طلب یار بجا ئیں کبھی غافل
ہمکو در فردوس بھی گرد انظر آئے

کیا ہو پینے یہ داغ دل مضطر کو نپہ سے
نہ دیکھا ہوگا بجھتے آپکی اخگر کو نپہ سے

نہیں کہ خواہش خوباں کی آرزو ترہم
کہ ہر کچھ کچھ شباہت تیرے بال و پر کو نپہ سے

جو پوچھیں بوعلی صیقل بھی تیرے چہرہ کو نپہ سے
یہ تیغیں سرخ ہو جاتے

سے آغاز آگ مالک اٹھی
نہ بھرتا تھا ہمارے بالش و بستر کو نپہ سے

لوٹا جاے اگر دامن جاناں اے سیل — سبزہ تربت کا مرے خار مغیلاں بجاے

یار بن جام اگر ہاتھ مین لون اے غافل
موج مے میرے لیے خنجر براں بجاے

حرجان ہے لب یار ذرا کم نہین اُس سے — گلبرگ بھی کیے تو صفا کم نہین اُس سے
کیون دام بناتا تو میرے لیے صیاد — مجکو سکن موج ہوا کم نہین اُس سے
بلبل ہی کرے نالے سے مجھے رنج نہین ہے — غنچے کے بھی کھلنے کی صدا کم نہین اُس سے
کمخواب کی چیکن کی نہ ترغیب دے ناصح — تن پر مرے داغون کی قبا کم نہین اُس سے
یا فوق سب وصل مین کیا چاہیے مجکو — بوسے مین تنک لب کے مرا کم نہین اُس سے

فرہاد کا خون پنجۂ شیرین نے کیا تھا
تیرے بھی تو ہاتھون کی حنا کم نہین اُس سے

بستر گل ہے جو دان بہادر جانان کے تلے — فرش کانٹون کا ہے یان بھی ترے دامان کے تلے
جاے آرام نہین گنبد گردان کے تلے — دم لیا ہے تو دم خنجر پہ
باغبان نے جو ندی رخصت پرواز چمن — رو کے ہم رہ گئے دا

قافلہ والون سے کیونکر جا ملون مین ناتوان
گرد پاے رہرواں ہو سرمہ اسکندر مجھے

ای فرشتو دفتر عصیان ابھی رکھو پرے
دیکھ لینے دو پہلے اپنے خون کا دفتر مجھے

ہر در و دیوار سے شکل اسکی آتی ہے نظر
کم نہین ہے آئینہ خانے سے اپنا گھر مجھے

دل کے ٹکڑونکی پریشانی کا مجکو غم نہین
جمع اب کرتا ہو یہ گھبرا نہ اے اہتر مجھے

میرے تن پر اور ہو دو چار داغون کی جگہ
اپنے بھی تو داغ دے اے لالۂ احمر مجھے

چاہیے اب ہر کسے صدمونکا مین گر ہون
دیکھتا ہو ایک دن ہنگامۂ محشر مجھے

نخل آ جائے نہ قاتل کے مزاج مین
جانتا ہے تشنۂ اب جوہر خنجر مجھے

چشم سے غافل رہانے کی گر اجاتا ہون مین
عشق نے دی ہے زبس غلطانی گوہر مجھے

نشان رہا نہ مٹے ہم جہان سے ایسے
جہان سے اٹھ گئے صدیون کیا رہا ایسے

ہمارا حال کچھ پوچھو تو گرفتار
کٹے قفس مین کئی موسم بہار ایسے

نہ آگ
ہوتے اگر
کہ ہیو فا ہین یہ خوبان روزگار ایسے

قابل نو
اڑتے ہین میرے گریان کے تار ایسے

دور سے جھلکی سی مثل ماہ نو دکھلا گئے
بسمل دیدار کو تم اور بھی تڑپا گئے

دل سے دلکو راہ ہوتی ہے سچ کہتے ہیں لوگ
جیسے جو بات اُس نے ٹھانی یاں سے ہم پا گئے

سرخی عارض کو تیری گلستان میں دیکھکر
رنگ گل پیکر اُڑا جو سرخ بادل چھا گئے

زیر خنجر جب ترے مذبوح نے نالہ کیا
کانپ کانپ اٹھیں زمینیں آسمان تھرا گئے

گلشن ہستی تماشا گاہ سے کچھ کم نہ تھا
ہم بھی یاں ملک عدم سے آکے جی بہلا گئے

ناقۂ لیلیٰ کی جب دم نجد میں آمد سنی
بہر استقبال پہلے آہوئے صحرا گئے

قصۂ گیسو کو اتنا طول اے غافل نہ دے
مختصر کر تو کہ سننے والے بھی اُکتا گئے

وہ رمز کون سی تھی نہ جو سر بسر کھلی
پر اس دہن کی بات نہ ہر ایک پر کھلی

کانوں میں ڈالی تو نے جو زینت کے واسطے
عارض پہ تیری خوب وہ سلک گہر کھلی

کہتا ہے کوئی تجھ سے کوئی شمع طور
ہم پر نہ کچھ حقیقت داغ جگر کھلی

دیکھا نہ دل جلوں کا کوئی ہمنے سدہ
چاروں طرف ہے در [illegible] علی

غنچہ تمام عمر چھپائے رہا اُسے
اے گل نہ رکھ چمن میں [illegible]

آواز عندلیب نے چونکا دیا مجھے
وا دیدۂ گمان حسن کی شورش سے تھی مجھے
وہ کان گل کفر دش نہ تھا دیدہ بین میں
دیکھا تھا ایک دن کہیں بجلی سی چمک گئی
مانند آئینہ ہے مری چشم تر بھی یاں
وحشت نے جب کیا مجھے عدم میں تری طلب
منزل پہ بھی پہونچ کے نہ اپنی خبر رہی
سوتا ہی چھوڑ جائے ترے اہل کارواں

دیوان ناظم

۱۰۷

[illegible]

فجل ہو کر ہماری آہ یوں نالے سے کتی ہے | نہ کچھ تاثیر تو نے کی نہ کچھ تاثیر مین نے کی

کسی اوقات عشرت ہی مین اے غافل مری تا تک
جہان غم شاد کس دن خاطر دلگیر مین نے کی

شب بیداد ناز کس کو جو لا لا کر رکھتے | ملک بھی سر کے کتابی کی آنر و کرتے

جدا نہ دامن قاتل سے اپنا ہاتھ ہوا | یہ داغ خون تو رنگا جسکی شہید کرتے

ہمین تو کہنے سے کچھ کم نہ تھا ترا کوچہ | بجا تھا آپ مین اگر سجدہ چار سو کرتے

مزا تو زخم سلانے کا ہمکو تب ملتا | جب اپنے ہاتھ سے وہ چاک دل رفو کرتے

زبان اگرچہ دم نزع بند تھی اپنی | جو آتے وہ تو ہمارون مین گفتگو کرتے

پس فنا بھی نہ یکجا ہمین قرین آرام | فرشتے خاک مین پھرتے ہین جستجو کرتے

چمن مین دھوم مچانا نہ اسقدر مین تو | بہار آتے ہی گر کم مرا لہو کرتے

خموشی [illegible] | کسی کے ہاتھ سے فریاد و کو بکو کرتے

[illegible] | دہن کو نقطہ بناتے تو کر مو کرتے

[illegible] | بیان فسانہ گیسو ہی مو بمو کرتے

۱۰۹

چھپک جانیکی ہے آنکھین دیکھنا نظارہ بازونکی
اگر پردے سے باہر آئین یہ پردہ کی جبین نکلی

پڑی غنچے کو دلمین گرہ بلبل کی جاسے
ہنسا یا بھی صبا نے پر پیشانی سے چین نکلی

ہمیشہ نالہ وزاری کی جو آواز آتی ہے
ترے کشتہ کے تن سے روح کیا تہ بکنین نکلی

کیا تھا ذکر کسنے باغ مین اس قد نازک کا
زمین سے سرنگون جو شاخ نخل یاسمین نکلی

فلک دیتا تو ہے تکلیف ناکی ہمین لیکن
جلا دیگی اُسے جب لب سے آہ آتشین نکلی

مقدر کیونکر نہو ہر ایک تیری فکر عالی کا
بنایا آسمان تونے ہے عنا صر جو زمین نکلی

غم نہین اسکا کوئی شے گر بنے اور ٹوٹ جاے
پر غضب ہے اشک یون گوہر بنے اور ٹوٹ جاے

خدا پر آئے صانع عالم سے گر نالہ مرا
لاکھ بازی گنبد خضرا بنے اور ٹوٹ جاے

ظالمون کا خلق مین ناقص ہی بنا خوب ہے
یا الٰہی دستۂ خنجر بنے اور ٹوٹ جاے

جاے حیرت ہے کہ دل کا آئنہ تیرے حضور
سختی ایام سے پتھر بنے اور ٹوٹ جاے

تالب مے نوش ہے تیرے نہو وہ لب بلب
خاک سے اغیار کی ساغر بنے اور ٹوٹ جاے

حیف یون قطرہ عرق کا گیسوے شبرنگ سے
گرتے گرتے رکش اختر بنے اور ٹوٹ جاے

خاک پہ چھوڑ نہیں دو دل کی جو اتا انھیں کچھ
چشم بیمار کا اپنی ہی وہ چارا کرتے

مذہب اہل تصوف بھی عجب ہے تسہیں
دشمن و دوست کی یکساں ہیں مدارا کرتے

تیغ اور دن ہی پہ کھینچا کیے وہ اے بسمل
امتحان آ کے کسی دن تو ہمارا کرتے

نے کام قبا سے ہے نہ مطلب کفنی سے
مجنون ہوں مجھے شوق ہے عریاں پھرنے کی

مارا کوئی باتوں سے کوئی کم سخنی سے
قاتل کو مرے کام نہیں تیغ زنی سے

ناچار ہو پھر تیشہ کیا میرے سوا نے
فرہاد کا ہے ہاتھ کھٹکا کوہ کنی سے

حیرت نے مجھے ثانی معشوق بنایا
خاموشی مری کم نہیں کچھ بے دہنی سے

کس قامت موزوں کا ہو کشتہ جو مری خاک
اڑ اڑ کے لپٹ جاتی ہے سرو چمنی سے

نیلم ہے اگر تل تو مدد اسکی مسی ہے
یاقوت سے لب دانت ہیں ہیرے کی کنی سے

بلبل کی ترا تک جاتے نظر کو نہیں پہنچی
اندیشہ یہی ہے تری گل پیرہنی سے

اچھا ہے [illegible] احسان کسینے کا اٹھانا
دولت بھی نہیں دے تو نہ لیں چرخ دنی سے

فرہ [illegible] کہ ہو ہے مقابل
دم بند ہے بلبل کا مری نعرہ زنی سے

وہ نہ تھے ہم کہ جو قاتل کو پشیماں کرتے
ورنہ کیا بات تھی اک ہاتھ گریباں کرتے

ہمنے یہ درد محبت میں مزا پایا تھا
مرتے مرجاتے وے اسکا نہ درماں کرتے

قوت دست جنوں سے جو خبر ہوتی ہمیں
تار آہن سے رفو چاک گریباں کرتے

دفن ہوتا چمنستان میں جو اپنا مدفن
طوف مرقد کو مرے مرغ خوش الحاں کرتے

فصل بد ایسے نکرتو کہ ذرا کو نادان
دیر لگتی نہیں انسان سے حیواں کرتے

اپنے مقصود کو پہنچے ہیں جو مرتے تھے پر زے
جمع کس طرح یہ اوراق پریشاں کرتے

مانع سیر عدم تار نفس ہیں اپنے
کٹتی زنجیر تو ہم قصد بیاباں کرتے

اپنی وحشت میں کبھی پاؤں میں پڑ لگے
کیطرح ہمسے خلش خار مغیلاں کرتے

لوٹتے خاک شہیدان محبت میں
پر جہاں جھاڑتے وان سیر گلستاں کرتے

نفس چند ہی باقی ہے مری اے کاش
اب بھی آجاتے وہ اکدم کو تو احساں کرتے

قافلے والے ٹھہرتے جو ذرا اے غافل
بیٹھکر گرد یہ سر گور غریباں کرتے

آنکھ کو وا جو نقاب رخ دلبر ہو جائے
کثرت نور سے

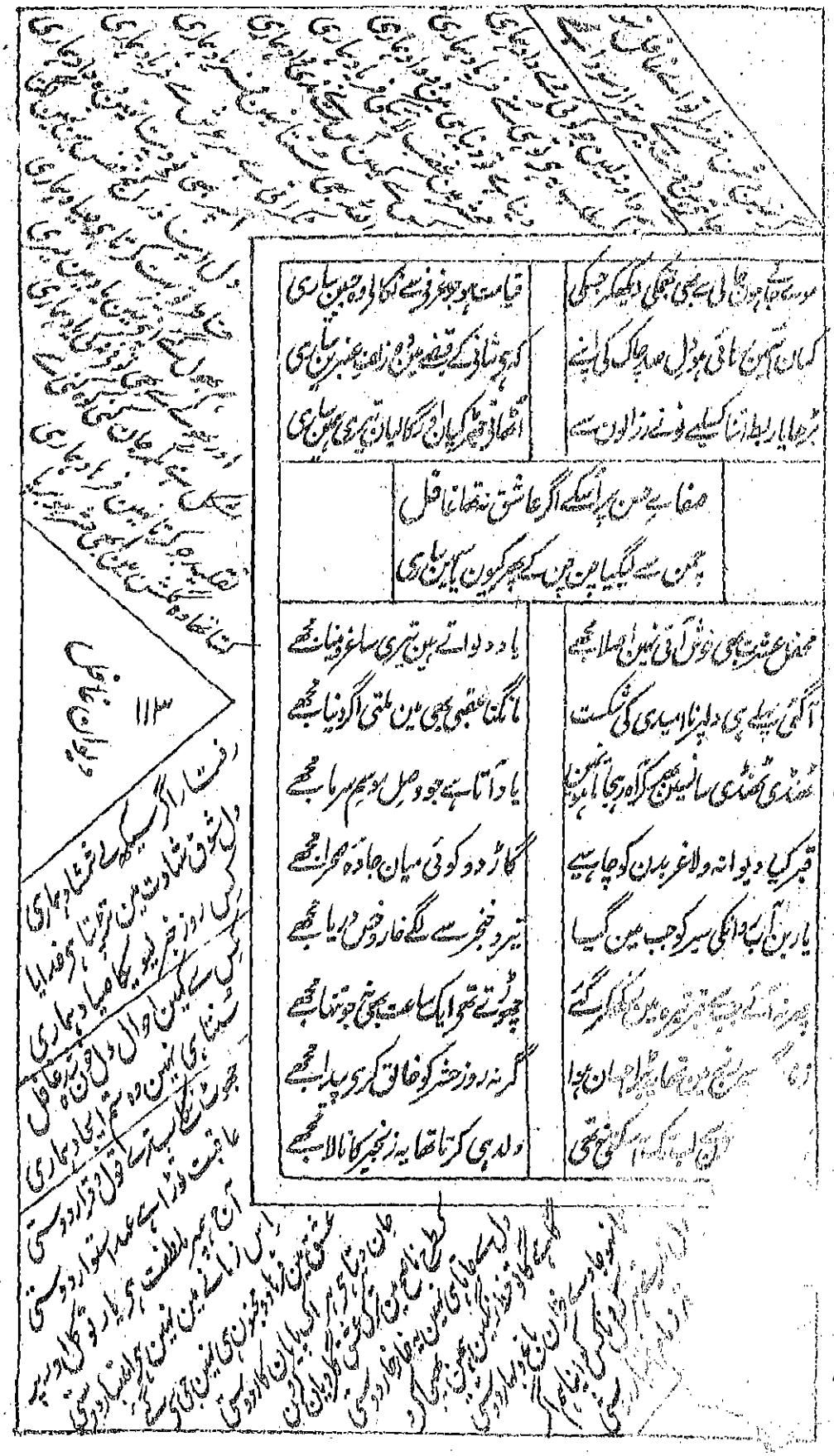

دشمنی کرتے ہیں اس سے جو کہ اپنا دوست ہو
ہنسے دیکھی یہ عجب رسم دیار دوستی

مان کہنا داغ سینے کا نہ دھو اشک گرم
رہ گیا ہے اک یہی تو یادگار دوستی

کوہکن ہی تھا جو غافل جا کے لایا جوے شیر
ہر کوئی کا ہے کو ہے شایان کار دوستی

سوز فراق بسکہ ہمارے بدن میں ہے
ہے تار شمع تار رگ جان انجمن میں ہے

لب پر ہنسی نہ پان کی سرخی دہن میں ہے
عالم ہزار رنگ کا اک سادہ پن میں ہے

طاقت نہیں کہ بات کریں آگے یار کے
کہنے ہی کو زبان ہماری دہن میں ہے

بلبل فراغ کر کہ تو سمجھی سر کو زیر بال
ہے دام قفس میں بھی جو تمامتا چمن میں ہے

بسمل نظر پڑی وہ میں دیوانہ ہو گیا
کیا سحر ترے نرگس جادو فگن میں ہے

اپنا لہو بہائے اب جوے شیر میں
اے تیشہ آرزو یہ دل کوہکن میں ہے

آرائش اسکی زلف کی جب سے ہوئی ہے
ہے پیچ و پیچ میں تو شکن بھی شکن میں ہے

کس شمع رخ کی بزم سے پروانہ اٹھا ہے آج
پروانہ بیقرار بہت انجمن میں ہے

موسے کمر سے تیری اسے کیا مناسبت
ایسی لچک کہاں کہ گہر کا

بن چکی زلف کہیں ہاتھ سے رکھ بھی جا نہ
جی الجھتا ہے مرا بالوں کے سلجھانے سے

دست و پا تیغ قضا سے ہو کٹا تو ہو خوب
در بدر پھرنے سے اور ہاتھ کے پھیلانے سے

سرگذشت شب ہجراں ہے کہانی یہ نہیں
نیند آوے گی نہ تم کو مرے افسانے سے

لطف شمع رخ جاناں ہوں کہ ہوں داغ فراق
میں ہوں پروانہ مجھے کام ہے جل جانے سے

بیابان محبت ہے گذر نا سخت مشکل ہے
وہ ہلکا ہے ہر پرتو گر جسکی پہلی منزل ہے

اسے کہتے ہیں جذب عشق محبوبوں کی طرف لیلی
چلی آتی ہے پابوس نا قہ محمل بہ محمل ہے

بجا ہے بادہ اس سے تو لوا تا ہے ساغر میں
ہمارا شیشۂ دل ہے کہ خلق مے سے بمل ہے

گلا کاٹے جو تجھ پر کوئی کس سے خوں بہا مانگے
نہ وہ مقتول تیرا ہے نہ تجھ پر اسکا قاتل ہے

سمندر دستہائے موج پھیلائے جو ہر سو ہے
یہ کس چشم گہر افشاں کو دریا کا سا سائل ہے

ہمارا ایک پیکاں ہے نہ جسکا دیدۂ تر ہے
ہمارا آب خاکی و بادہ میں موج آگ شامل ہے

وہ ہے کہ [illegible] ہے گوہر کہیں ہے
[illegible] ہے کہ جلتے ہے

کو [illegible] ہے
[illegible] ہے

[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]

کب کلکی نعی تیغ ترے جی سے باہر
کب ہکو تمنائے شہادت نہ تھی کس کی

کہتا ہے زبانی تو ہمیں بھیجئے کاہے
گویا کہ خط لکھنے کی فرصت نہ ہوئی تھی

خنداں ہے ہر اک زخم جو مذبح کا ترے ہے
کب یہ اسکو تہ تیغ اذیت نہ ہوئی تھی

جبتک کہ رہے طبع کسی شغل پہ مائل
اکدم نہیں یہ عجلت رخصت نہ ہوئی تھی

تھا دشمن جاں کوئی کوئی درپے ملت
کس کس کو مرے ساتھ عداوت نہ تھی کس کی

وحشت کو مری دیکھکر کہتے ہیں یہ اہل
مجنوں کو بھی اس طرح کی وحشت نہ ہوئی تھی

اب کیا ہی ہو غالب جی کا جو ذکر ہر اک جا
آگے تو کبھی اسکی یہ شہرت نہ ہوئی تھی

باز آؤ کہیں اب بھی ستانے سے کسی کے
حاصل تمہیں کیا ہوگا کراہ سے کسی کے

انبوہ خلائق ترے الطاف پہ خوش ہے
ایسا نہ ہو جی اٹھوں میں آنے سے کسی کے

ہر اک جہت نہیں معشوق سے اپنے
ڈرتے نہیں وہ عیب لگانے سے کسی کے

ٹھکرائے نہ جا ناک کہ ہو تو کہ تو اے شوخ
ہرگز یہ نہ جائیگی جگہ [illegible] کسی کے

مٹ جائینگے جیدن نقش قدم ہم ترے در پر
پھر یاد نہ آئینگے [illegible] کے

مقلد جو ہو عاشق کا وہ محروم ہے جانبر — نہیں بچتی ہے دریا میں کبھی آغوش ساحل کی

یہ قربت مصحفی کی ہے غنیمت جان اے غافل
کہ نسبت ہی سے ہاتھ آتی ہے صحبت ایسے کامل کی

شہادت کی بھی دل حسرت نہ نکلی کچھ مرے بس کی — کہ سر تک آ تے آ تے رہ گئی شمشیر قاتل کی

الٰہی خون ہمارا دیکھکر اُسکو بھی غش آئے — تماشا ہے جو حالت ایک ہو مقتول و قاتل کی

لگایا سر پہ تیشہ کوہکن نے ہو کے دل آخر — نکالی خوب ہی اُسنے دوا بیماری سل کی

اُٹھایا اُسنے دشت نجد سے بھی بستر اپنا — گئی جب گوش میں جنبیدن محمل میرے سلاسل کی

کسی صورت تو وہ نظارہ کرے روئے قاتل کا — تڑپنے میں سرک جائے جو پٹی چشم بسمل کی

کیا تھا فوج کیا تیغ ادا نے اُسکو — تڑپ جاتا ہے جوہر اک تڑپ پر تیرے بسمل کی

دل آگاہ ما قاصد نہیں کوئی بھی اے غافل
کہ لاوے نامہ اک دم میں خبر یہ لاکھ منزل کی

[illegible] — نکلتا ہے نہ زور اُسکا کچھ شب بیمار سے
[illegible] — پیچھے میں کاٹتا ہے فرد ون تلوار سے

۱۱۷

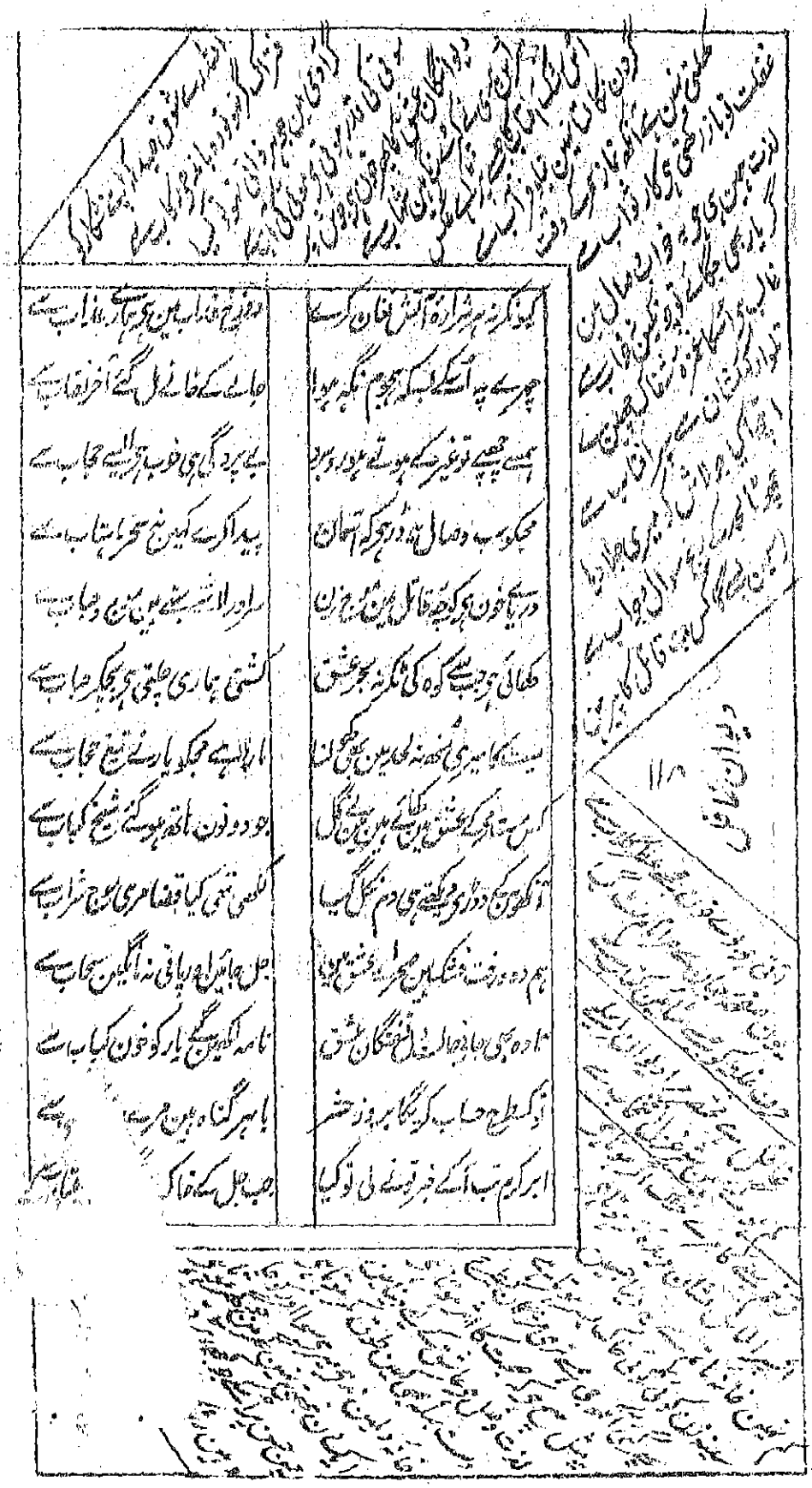

نالہ آغاز محبت مین نہ پہونچا لب تک
تو مسافر کہ بہت رہ سفر ہوتا ہے

یاد آتی ہے مجھے آبلہ دل کی شکست
ٹوٹے شیشہ تو مرا کٹرے جگر ہوتا ہے

کون سی شب ہے وہ غیرت شب صد ای نہ فضل
شام سے جسکا کہ آغاز سحر ہوتا ہے

ذہن کا مضمون مرے طفل سمجھتا کب ہے
معنی لفظ مین پوشیدہ مرا مطلب ہے

بیم و امید سے یہ حال ہمارا اب ہے
اشک آنکھ مین بھرے خندہ بزیر لب ہے

ماہ ہے اوج فلک پر نہ کوئی کوکب ہے
ظلمت گور ہے یہ یا کہ سواد شب ہے

کاٹے کھاتی ہے منالی بھی ہمین یار نہین
دھاریان مار رہین جو نہ ہو وہ عقرب ہے

گبر مین گبر مسلمان مین مسلمان ہون مین
مردہ ارسستہ ہون ندانہ حرا مشرب ہے

وہ بھی اک شعبدہ بازی فلک تھی یعنی
اب کہان قیس کہان لیلی کہان یکشب ہے

صفت حق ہے جسکے تن خاکی مین
قالب خاک نہین کفش کا اک قالب ہے

دشت آہو ہے رم خوردہ ہراور کب ہے
سبزہ باغ جنان و خط لب لعل لب ہے

۱۱۹

میرے گریہ سے لفافہ ہی نہیں مجھ تر ہوا
مٹ گئی ہر جا بجائے نامہ کی تحریر بھی

کون سا پردہ رہا ہے میری رسوائی پہ آہ
ہو چکا گا کیونکہ میں تیرے لیے تشہیر بھی

ساختہ فریاد کے مرنے کا ایسا ہو گیا
جسکے ماتم میں ہوا گریاں جوان پیر بھی

غرق عرق شرم ہے تیشہ جو اپنی آب سے
پانی پانی تو خجالت سے ہوے شیریں بھی

دیکھیں بندھتی ہے چمن میں کسکے نالوں کی ہوا
نالہ کش بلبل بھی ہے اور غافل و لگیر بھی

پابند گیسوے سیہ یار ہم ہوے
دانستہ کس بلا میں گرفتار ہم ہوے

ہر طرح اسکی گرمی بازار ہوے
یوسف جو وہ ہوا تو خریدار ہم ہوے

بیگانہ وار اس چمنستان میں کی بسر
ہرگز نہ آشناے گل و خار ہم ہوے

آتی ہوا اس گلی میں ہو اور دل فروز
وارد شفا میں اور بھی بیمار ہم ہوے

چھوٹے تمام عمر نہ زنجیر زلف سے
دام بلا میں ایسے گرفتار ہم ہوے

ابکی نہ ایک نالہ رنگین ادا ہوا
شرمندہ تجھسے بلبل گ[illegible]

موسیٰ کی طرح ہمسے نہ کر[illegible]
دیکھیں مینگے جو طا[illegible]

چشم گریان جو بنا ساغر مے اے ساقی
دور محفل میں نہ اک لب خنداں سے

جانکر غیر وہ بت مجھ سے ہوا ہم صحبت
جب گئی شکل بدل میری غم پنہاں سے

جن فقیروں کی توکل میں بسر ہوتی ہے
انکو کچھ کام نہیں گنج زر سلطاں سے

ہے بہت خام ابھی سلسلہ عشق میں وہ
کہہ دو مجنوں کو رکھیں دوری زنداں سے

قابل دید ہے یہ گریہ مستانہ مرا
خاک پر دوستے ہیں اشک زغاطان سے

یاد آتا ہے کسی زلف میں شانہ کرنا
کھیلتا ہے جو کوئی فتنی بے دراں سے

دل گرفتہ ترے جنت میں بھی بیٹھے ہیں ملول
حور سی ہنستے ہیں فردوس میں غلماں سے

ابر مژگان نے لگادی ہے جھڑی یار بغیر
کم نہیں روز سیہ اپنا شب باراں سے

لذتیں لب کے اٹھانے میں ہیں غم دوری میں
وصل کے دن کو بدلتا ہوں شب ہجراں سے

کب تماشائے چمن اسکو خوش آئے غافل
غنچے نظارہ میں لگتے ہیں جسے پیکاں سے

[illegible] ہے سر کی رخ جاناں سے
جاسیاں مٹ گئیں بن خسارہ تاباں سے

[illegible] ہے عصیاں سے
بشریت ہے جو ہوتی ہے خطا انساں سے

دیدۂ تر سے جو اشک متصل جاری ہین اشک
کہ گیا ہو کچھ تو سر گوشی مین شیشہ جام سے

اب کہان وہ ماہ جو پیے ملکر شراب
توڑیے یاد ہم آغوشی مین شیشہ جام سے

بزم مین نکلے گلے سے پھر نہ قاتل کی صدا
لے اگر تعلیم خاموشی مین شیشہ جام سے

ہاتھ تک تم نے سکی رسائی اور میری تو یہ اشک
رہگیا عاجز فزون کوشی مین شیشہ جام سے

ناگہان دلپر ہمارے آگئی غافل شکست
رات ٹکرایا جو مدہوشی مین شیشہ جام سے

آتے ہین تنگ ہم ستم روزگار سے
جاتین کہان نکل کے فلک کے حصار سے

چلتے ہین راستے مین جو بچکر غبار سے
واقف نہین ہین اپنے وہ انجام کار سے

لیتے ہی داد تجکو تو اے تصر یار سے
اے موج گر یہ سر نہ پٹک کو کہار سے

چشم سیہ کی رہتے ہین اکثر کمین مین ہم
پائین کہین دغا نہ ہر ایک شکار سے

گل دیکھتے ہی داغ جنون مشتعل ہوا
حق مین مری خزان ہی بھلی تھی بہار سے

جو میرے پاکا آبلہ ٹوٹا دہن بنا
کرنے کو شکوہ دست قد خار سے

منھ پر غبار خط ہو نہ دلپر ہے گرو کین
ہو صاف آسکا نظا[illegible] سے

اے برق تیرا کیجیے کس منھ سے سامنا
جاتی رہی تڑپ وہ دل بیقرار سے

ہم دل جلوں کی خاک اڑاتو نہ اے صبا
ہوگا جہان سیاہ ہماری غبار سے

ہے رنگ زرد اپنا بہار اگشت زعفران
کچھ کم نہیں خزاں بھی ہماری بہار سے

تکلیف نالہ مجکو ندیجے تو بہتر
جل جائیگی تری نفس شعلہ بار سے

الفت چمن کی اس سے یہی ہے تو چلتے وقت
گل خار بنکے الجھینگے دامان خار سے

بعد فنا بھی آرزوے وصل یار میں
باہر رہینگے ہاتھ ہماری مزار سے

ماہ تمام گھٹ کے بنا صورت ہلال
تشبیہ دی جو ہمنے اسے روے یار سے

صحرا بن کوئی خاک اڑاتا ہے نجد کی
ٹکرا رہا ہے سر کو کوئی کوہسار سے

غافل بہار آئی ہے ہے موسم جنون
بیٹھا ہے کیا تو اٹھ تو سہی کوے یار سے

[illegible]
خدا وندا یہ ابر تر ہماری خاک پر برسے

[illegible]
جو پھر چلتی ہر یدہ کو گر تا ہو نہیں خنجر سے

[illegible]
گلہ قاصد سے ہے مجکو نہ کچھ شکوہ کبوتر سے

مرا ہی دل اسیر زلف کے بوسے سے نہیں بھرتا
وگرنہ چاروں میں طبع پھر جاتی ہی شکر سے

بنایا عالموں سے نے کو عمامہ فضیلت کا
زمین پر رہنے دی ٹیکا تھا جس فرشتہ کو سر سے

غرض لاحق نہیں ہوتی کبھی اسفل سے اعلی کی
کہیں خورشید بھی کرتا ہی کسب نور اختر سے

بنا نی پر عمارت کی عبث مرتے ہین یہ منعم
کہ خشت گور تک باقی نہیں مغفور و قیصر سے

دل پر داغ کا سینے مین جانا یاد آتا ہی
نکلتے دیکھتا ہون مین جو دود عود مجمر سے

فقیر بے طمع جا کر جہان بیٹھا وہان بیٹھا
بر نگ نقش دیبا یہ نہین اٹھتا ہی بستر سے

اسی سے خون بہا مانگین گے ہم روز قیامت کو
ہمارا جنبہ خون دھویا ہی تیری دست خنجر سے

بر ہنہ پا وہان ہین جو ہا پنون سے کچھ اسیر رکھتے ہین
لب خشک صدون کسان ہو تر آب گوہر سے

نہین ہوتا اب سوا ئی کے خاتم عالم مین یہ کس کو
حساب اپنا کرین ہی کاش پہلے روز محشر سے

نہین یہ کہکشان یعنی نشان کا سیر ہی یہ ہی
فلک کہتے ہین جسکو وہ بنا ہی گرد لشکر سے

مدد سے اختر اقبال کی ہم آخر ملا ل آسا
سلامت اپنی کشتی لے گئے اس بحر اخضر سے

غضب یہ ہی جو مضمون وصل کا لکھون اسی خط مین
لپٹ جاتا ہی لا سے کسطرح ما تر سے

نہین پیر دکھی ہم طریق عشق مین غافل
ہمیشہ رہتے ہین اک دو [illegible] سے

کیا سناؤں کہ مرے اوپر جو سنگ آتا ہے
جب تو آتا ہی یہاں ہر سر جنگ آتا ہے

چشم بیمار تری سحر جو خوابی ہے
بادہ نوشی ہی کہ آنکھوں میں رنگ آتا ہے

کیونکہ ہر نالہ مرا بار اثر تک پہونچے
ایک ہی آہ نشانہ پہ خدنگ آتا ہے

اسقدر کوئی بھی رکھتا ہی کدورت دل میں
صاف کرتے ہیں جو آئینہ پہ زنگ آتا ہے

کتنا بیباک ہے یہ غمزہ سفاک ترا
کھینچکر تیغ میان صف جنگ آتا ہے

جب بلاؤ ہو مجھے تب میں یہاں آتا ہوں
اب نہ آؤنگا اگر آپکو ننگ آتا ہے

ضبط کرتا ہوں تو لگتی ہی پیٹ بال میں آگ
نالہ کرتا ہوں تو صیاد بہ تنگ آتا ہے

عزم کیا ناقہ نشیں کا طرف مجنوں ہے
یاد کرتا ہوا جانا نہ زنگ آتا ہے

کس کا دیوانہ ہے یہ وارد صحرا لیلیٰ
پاسبانی کو ہر اک شیر پلنگ آتا ہے

جان دینے کی تو میں یاد ہزاروں کھاتیں
دلدہی کا بھی تجھکو کوئی ڈھنگ آتا ہے

[illegible]
کرتی ہے [illegible] تو ننگ آتا ہے

[illegible] ہے
بوریا ہی اپنا ہے کوئی نہ مولا کی ہے

واغ بر دل ہے اگر لالہ غم فرما دین
ماتم مجنوں ہے ہر جادہ کا سینہ چاک ہے

اے لیلیٰ بھی اگر آئیں قیس مجنوں بنکے جاے
بسکہ صحرا تیرے دیوانوں کی وحشت ناک ہے

یارب ہمکو نظر آتا ہے ویرانہ چمن
ڈھیر پھولونکا نہیں ہے خس و خاشاک ہے

شہسواروں سے بھی آسکی باگ رکسکتی نہیں
یہ سمند عمر غافل اسقدر چالاک ہے

مدعی کی عیب گیری سے نہیں کیا باک ہے
پاک طینت ہیں محبت بھی ہماری پاک ہے

سرکشی مانند شعلہ اسقدر اچھی نہیں
خاکساری کر کہ آخر اکیدن تو خاک ہے

شرم آتی ہے جو اس سے یار کو ہنگام غسل
کیا حباب بحر میرا دیدۂ نمناک ہے

جانب صید حرم بھی جو نظر کرتی نہیں
منتظر کسکی یہ چشم حلقہ فتراک ہے

جان بلب ہیں کبھی مرگ و زیست کے قبضے میں ہم
گردہ بیکنچہ تیغ تو اکدم میں بھگڑا پاک ہے

کسلئے ہے پھر پنجۂ مجنوں ناظم لیلی کے ساتھ
جسقدر یہ سیست ہے اتنا ہی وہ چالاک ہے

ساقی محمود سے کہتی ہیں یوں مستی میں ہم
تاک سے جیسے ہم چشم [illegible]

اور تو آثار بلبل اب گلستان میں نہیں
یادگار آشیان [illegible]

[illegible] اور ہمایوں خاندانی کا مالک مطبع سے بیان کیا اپنے والد ماجد کی زبان دانی کا نشان دیا مالک مطبع کو سنتے ہی کمال تاسف پیدا ہوا بسبب گم ہو جانے دیوان کے بہت عازم جھجھو خان کے گھر سے مالک مطبع نے تلاش کرنے کا حکم دیا کارپردازان مطبع نے بہ دقت تمام جا بجا جستجو کر کے کلام واقع آلام مجتمع کیا الحمد للہ دیوان عمر بیان فصاحت نشان بلاغت توامان اس سے پہلے چند بار مطبع منشی نول کشور سنہ سوم بار دہم انوار واقع لکھنؤ بصحت و خوبی طبع ہوا اب مطبع منشی نول کشور واقع شہر کانپور میں بسرپرستی عالیجناب معلی القاب منشی پراگ نرائن صاحب جگر گوشہ مالک مطبع دام اقبالہ بتصحیح تمام و تنقیح بالا کلام ہزاران خوشنودی سامعین ہوا دسمبر سنہ ۱۹ بار اول طابع مطبع سے ہوا اور زیور طبع سے آراستہ ہو کر

والحمد للہ علی ذلک

تذکرہ تاریخ طبع سابق تصنیف شاعر باجوش و خروش حکیم مولوی نواب نیاز احمد خاں صاحب

متخلص بہ ہوش بریلوی شاگرد رشید میر لکھنوی

لکھنؤ میں ہے مطبع زیبا	منشی باوقار و دانا کا	روبرو انکی عقل و دانش کے	عقل کل کا ہے تذکرہ بیجا
ہر سخا میں ہیں مثل حاتم کے	جو کسی نے طلب کیا پایا	جوش دریا ہے فیض سے انکے	قطرے پر بھی ہے حکم دریا کا
[illegible]	نام آخر نول کشور ہوا	کس زباں سے ہو انکی مدح و ثنا	ناطقہ بند ہے بیان سب کا
[illegible]	ہے وہ مطبوع طبع شاہ و گدا	دل اہل نظر ہے ہر اک سنگ	بیمثل و بیبدل ہے تحریر کا
[illegible]	گل صد برگ کا ہوا دھوکا	ورق صاف کی تجلی سے	ورق آفتاب شرمایا
[illegible]	منشی چرخ پیر ہے خود کھینچی	جو کہ مطبوعہ یاں کا نسخہ ہے	نسخہ کیمیا سے ہے دوا
[illegible]	انکا دیوان جبکہ طبع ہوا	دیکھکر اسکو بول اٹھا ہاتف	چھپ گیا ہے کلام عاقل کا

۱۲۸۹

مطبع ہذا

زغافل پہ شد مطبع دیوان دلکش	جہان ہر چہ دیدہ ازو گشت مائل	پے سال تاریخ غافل ز دلکم	رقم شد پہ ترتیب دیوان غافل ۱۲۸۹ھ

قطعات تاریخات مطبع جدید دیوان ہذا

از طبع وقاد سخنور کامل منشی بھگوان دیال صاحب عاقل ایجنٹ مطبع مرقوم الصدر

ہست این دیوان غافل دلپذیر خوب و نظیر	آنکہ در ہر مصرعہ اش دلکش صفا آمد پدید	بہر تاریخ مسیحی عاقل از روی طرب	گو عجب دیوان غافل رحمت آگیں آمدہ ۱۸۹۷ء

ایضاً

زعون خالق کون و مکان حالا	کہ طبع شد دیوان غافل	بگو عاقل بہ تاریخ مسیحی	بسی دیوان غافل رحمت افزا ۱۸۹۷ء

ولہ

سخن سنجی کا یہ دیوان غافل ایک دریا ہے	نظر آتا نہیں کوسوں تلک تا جک
عبث غواص بحر فکر تاریخ اشاعت ہو	لکھو عاقل کہ لبن پیا ہے ۱۲۹۵ھ ۱۸۷۸ء

قطعہ تاریخ طبع از سخنور سخن پیرا منشی لالا محمد حامد علی خان حامد شاہ آبادی

یہ دیوان غافل کا ہے طبع اچھا	ہیں سب شعر اس کے پسند آنے والے	جو حامد تمہیں نکلے تاریخ اس کی	تو لکھو

ع ۲۱۱ع ۱۹۱۵۶۳۱

MUSLIM UNIVERSITY LIBRARY
ALIGARH.

This book is due on the date last stamped. An over-due charge of one anna will be charged for each day the book is kept over time. ۱۷۷۴۹

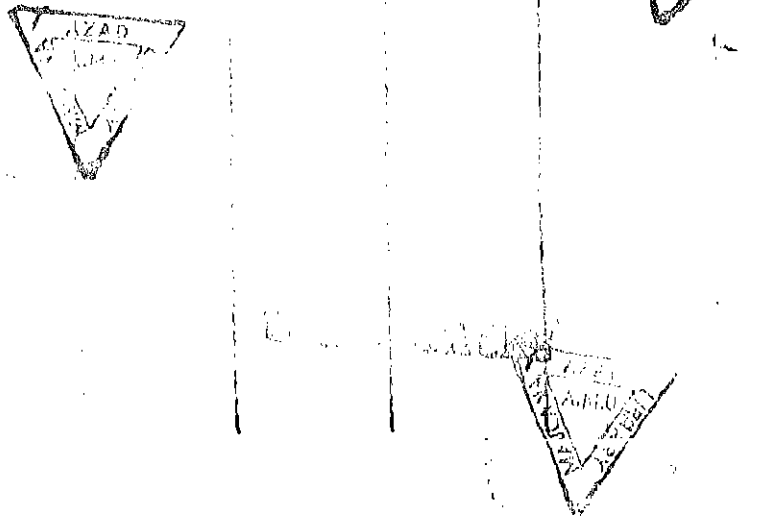

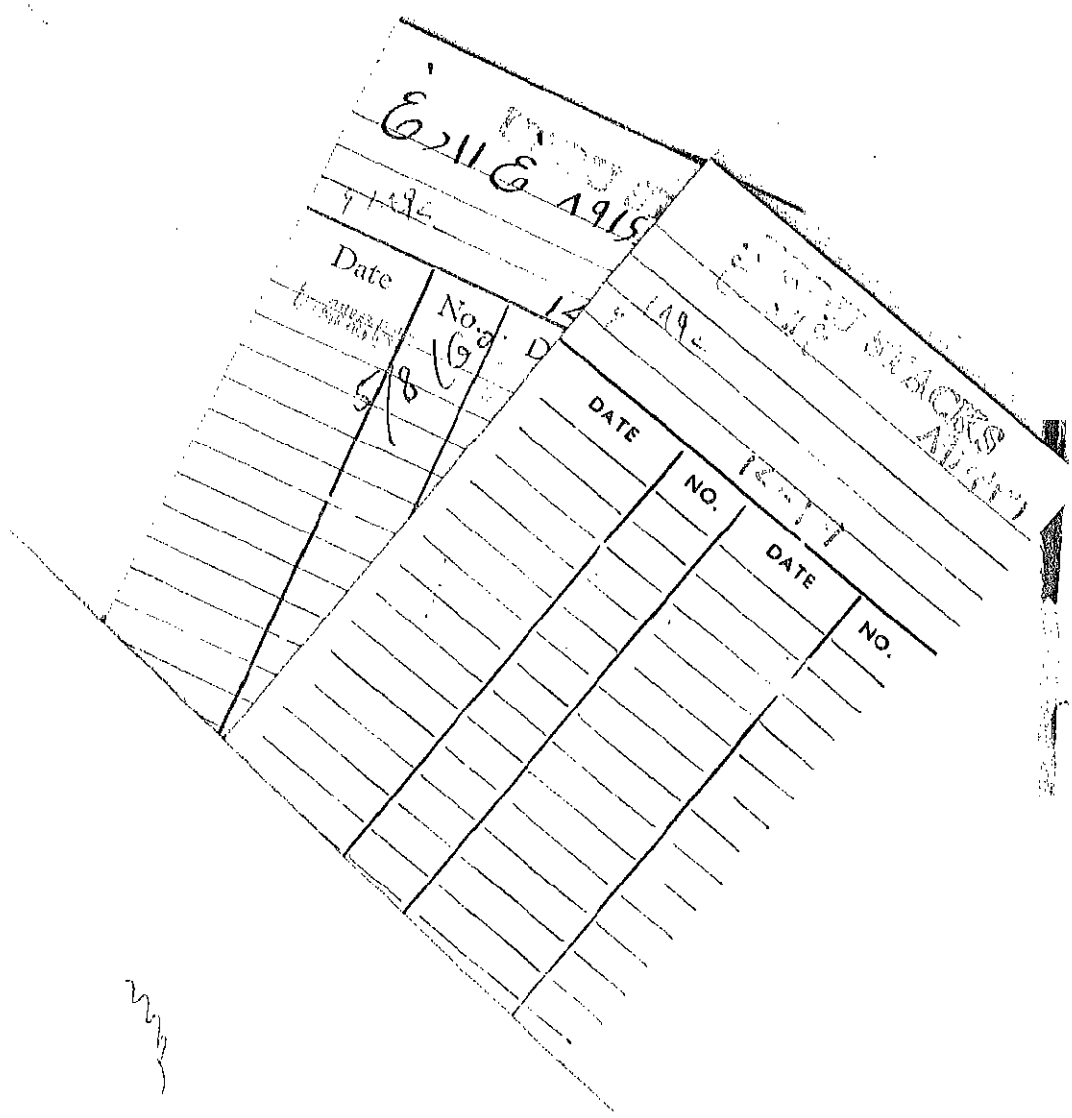
Date
No.
DATE
NO.
DATE
NO.